﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران: ۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل: ۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12 | جمعۃ المبارک یکم/اپریل 2005ء | 21/ صفر 1426ہجری قمری یکم/شہادت 1384 ہجری شمسی | شمارہ 13

خطبہ جمعہ کے دوران مکمل خاموشی کی تاکید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے قریبی ساتھی سے کہو کہ خاموش رہو تو تمہارا یہ کہنا لغو فعل ہے۔ (یعنی اشارے سے خاموش کرانا چاہئے نہ کہ منہ سے بول کر)۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب الانصات)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

صحابہ کرام کی بے مثال قربانیاں اور اخلاص ایک مردِ صادق کو دیکھنے کی برکت سے تھیں۔

دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔

''صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ صحابہ آنحضرت ﷺ نے ایمانی صدق دکھلایا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں کو اسلام کی راہوں میں نہایت اخلاص سے قربان کیا۔ اُس کا نمونہ اور صدیوں میں تو کجا خود دوسری صدی کے لوگوں یعنی تابعین میں بھی نہیں پایا گیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی تو تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس مردِ صادق کا منہ دیکھا تھا جس کے عاشق اللہ ہونے کی گواہی کفار قریش کے منہ سے بھی بے ساختہ نکل گئی اور روز کی مناجاتوں اور پیار کے سجدوں کو دیکھ کر اور فنافی الاطاعت کی حالت اور کمال محبت اور دلدادگی کے منہ پر روشن نشانیاں اور اس پاک منہ پر نور الٰہی برستا مشاہدہ کر کے کہتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ کہ محمدؐ اپنے رب پر عاشق ہوگیا ہے۔ اور پھر صحابہ نے صرف وہ صدق اور محبت اور اخلاص ہی نہیں دیکھا بلکہ اس پیار کے مقابل پر جو ہمارے سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ایک دریا کی طرح جوش مارتا تھا، خدا تعالیٰ کے پیار کو بھی تائیدات خارق عادت کے رنگ میں مشاہدہ کیا۔ تب ان کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہے۔ اور ان کے دل بول اٹھے کہ وہ خدا اِس مرد کے ساتھ ہے۔ انہوں نے اس قدر عجائبات الٰہیہ دیکھے اور اس قدر نشانِ آسمانی مشاہدہ کئے کہ ان کو کچھ بھی اس بات میں شک نہ رہا کہ فی الحقیقت ایک اعلیٰ ذات موجود ہے جس کا نام خدا ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک امر ہے اور جس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے وہ کام صدق وصفا کے دکھلائے اور وہ جانفشانیاں کیں کہ انسان کبھی کر نہیں سکتا جب تک اس کے تمام شک و شبہ دور نہ ہو جائیں۔ اور انہوں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ وہ ذات پاک اسی میں راضی ہے کہ انسان اسلام میں داخل ہو اور اس کے رسول کریم کی بدل و جان متابعت اختیار کرے۔ تب اس حق الیقین کے بعد جو کچھ انہوں نے متابعت دکھلائی اور جو کچھ انہوں نے متابعت کے جوش سے کام کئے اور جس طرح پر اپنی جانوں کو اپنے برگزیدہ ہادی کے آگے پھینک دیا یہ وہ باتیں ہیں کہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ انسان کو حاصل ہو سکیں جب تک کہ وہی بہار اس کی نظر کے سامنے نہ ہو جو صحابہ پر آئی تھی۔ اور جبکہ ان کمالات کو پیدا کرنا بغیر وجودان وسائل کے محالات میں سے ہے اور نجات کا یقینی طور پر حاصل ہونا بھی بغیر ذریعہ ان کمالات کے از قبیل محال تو ضروری ہوا کہ وہ خداوند کریم جس نے ہر ایک کو نجات کے لئے بلایا ہے ایسا ہی انتظام ہر یک صدی کے لئے رکھے تا اس کے بندے کسی زمانہ میں حق الیقین کے مراتب سے محروم نہ رہیں۔

اور یہ کہنا کہ ہمارے لئے قرآن اور احادیث کافی ہیں اور صحبت صادقین کی ضرورت نہیں یہ خود مخالفتِ تعلیم قرآن ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ﴿وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾(التوبۃ: 119) اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے۔ پس ان معنوں کر کے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور آیت موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی کیونکہ دوام حکم ﴿وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾(التوبۃ: 119) دوامِ وجودِ صادقین کو مستلزم ہے''۔

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 346-347)

فرمودات خلفاء

اسلام میں اصل پاکیزگی دل کی ہے

حضرت مصلح موعودؓ سورہ بقرہ کی آیت 192 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ اس آیت میں تزکیہ نفس کے لئے خیالات کی پاکیزگی بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ بے شک خیالات کو کلّی طور پر پاک رکھنا تو ہر انسان کے لئے ناممکن ہے لیکن اگر کوئی بُرا خیال پیدا ہو تو اُسے اپنے دل سے نکال دینا تو ہر انسان کے لیے ممکن ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے دل میں یہ خیال آئے کہ میں رشوت لوں تو وہ اُسکے متعلق سوچنا اور مختلف قسم کی تدابیر عمل میں لانا شروع نہ کردے بلکہ جہاں تک ہو سکے اس خیال کو فوراً اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے ورنہ اس کا نقش مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر اس خیال کا مٹانا سخت مشکل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چلتے چلتے کہیں مال دیکھتا ہے اور اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ میں اسے اٹھا لوں تو صرف اس خیال کے آنے پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس خیال کے آنے پر وہ سوچنا شروع کر دے کہ میں کس طرح اس مال کو اٹھاؤں تو اس کا یہ سوچنا اور تدبیریں کرنا قابل مواخذہ ہوگا۔

غرض وہ خیال جو دل میں گڑ جاتا ہے اور جس کو سوچنے میں انسان لگ جاتا ہے اور تدبیریں شروع کر دیتا ہے اس کا محاسبہ ہوگا۔ ورنہ اگر کسی کو خیال آئے کہ میں چوری کروں۔ اور وہ اُسے فوراً اپنے دل سے نکال دے تو وہ ایک نیکی کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو قتل کرنے کا خیال آئے لیکن وہ اسے اپنے دل سے نکال دے تو وہ نیکی کرنے والا سمجھا جائیگا۔ سزا کا مستحق وہ اُسی حالت میں ہوتا ہے جب وہ اس خیال پر قائم رہتا ہے۔ غرض تزکیۂ نفس کی بنیاد انسانی قلب کی صفائی پر ہے۔ اور اس کی اہمیت رسول کریم ﷺ نے ایک اور جگہ بھی بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ۔ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ یعنی انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ تندرست ہوتا ہے تو سارا جسم تندرست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ غور کے ساتھ سنو کہ وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

پس اسلام میں پاکیزگی اس کا نام نہیں کہ صرف زبان پر اچھی باتیں ہوں۔ یا اعمال تو اچھے ہوں اور دِل میں برائی ہو۔ بلکہ اسلام میں اصل پاکیزگی دل کی سمجھی جاتی ہے۔ جو انسان اپنے دل کے لحاظ سے پاکیزہ نہیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہرگز پاک نہیں۔ ایک شخص اگر قطعاً کوئی گناہ نہ کرے۔ مگر اس کے دل میں گناہ اور برائی سے الفت ہو اور گناہ کے ذکر میں اسے لذّت محسوس ہو تو وہ نیک اور پاک نہیں کہلائے گا۔ جب تک کہ اُس کے دل میں بھی یہ بات نہ ہو کہ اُسے گناہوں میں ملوّث نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ عادت کے ماتحت انہیں غصّہ آجاتا ہے مگر گالی نہیں دیتے لیکن ان کا دل کہہ رہا ہوتا ہے کہ فلاں انسان بڑا بدمعاش اور شریر ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہم یہ نہیں کہیں گے کہ وہ پاکیزہ ہیں بلکہ یہ کہیں گے کہ وہ اپنے گند کو چھپائے بیٹھے ہیں۔

پس اسلام میں پاکیزگی دل کی ہے۔ اعمال اور زبان تو آلات اور ذرائع ہیں جن سے پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ دل کی حالت بھی محاسبہ کے نیچے آتی ہے۔ خواہ تم اپنے دل کی حالت کو چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ یہاں خدا تعالیٰ نے کیا عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ زبان اور اعمال تو دلی حالت کا اظہار کرتے ہیں۔ اصل چیز دل کی حالت ہے اور خدا تعالیٰ اس کا محاسبہ کریگا۔ پس فرماتا ہے کہ تم اپنی حالت کو ظاہر کرو یا چھپاؤ یعنی تم گندے اعمال نہ کرو یا زبان سے ظاہر نہ کرو مگر تمہارے دل میں گند ہے تو ضرور پکڑے جاؤ گے۔''

(تفسیر کبیر سورۃ البقرۃ زیر آیت 192)

اداریہ

عزت وذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے انبیاء دنیا پر یہ ظاہر و ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں کہ خدا تعالیٰ موجود ہے۔ ان کے استقلال، توکل اور اعلیٰ اخلاق و کردار سے دنیا کو خدا تعالیٰ کی صفات اور طاقتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ سچ اور جھوٹ یا حق و باطل کا مقابلہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے بالعموم بظاہر کمزور اور دنیوی شان و شوکت سے محروم ہوتے ہیں مگر ان کی مخالفت کرنے والے اپنی طاقت، مال و دولت، ساتھیوں اور مددگاروں کی کثرت کی وجہ سے اپنی کامیابی یقینی سمجھتے ہیں۔ حق وصداقت کی نتیجۃً کامیابی کی عظمت اسی وجہ سے زیادہ اور نمایاں ہو جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ وقت کے ایک ایسے جابر حکمران سے ہوا جو اپنے آپ کو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی سمجھتا تھا جبکہ حضرت موسیٰؑ تو پلے بڑھے ہی اس کے گھر میں تھے۔ فرعون نے یقیناً یہی سوچا ہوگا کہ ہمارے ٹکڑوں پر پلنے والا یہ کمزور و بے یار و مددگار انسان کس طرح اپنے بلند مقصد میں کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی مشکلات میں یہ امر بھی ضرور اضافہ کا باعث ہوتا ہوگا کہ ان کی قوم کے افراد بھی ہر مشکل وقت میں حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دینے کی بجائے انہیں موردِ الزام ٹھہرانے لگ جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے والے اپنے وقت کے سب سے زیادہ بااثر اور بارسوخ لوگ تھے۔ وہ صرف مذہبی لحاظ سے ہی نہیں، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی ہر لحاظ سے ایسے مقام پر فائز تھے کہ بظاہر کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے حاکم وقت کی تائید حاصل کر لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت کا تو اس بات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بڑی بے بسی سے کہتے ہیں کہ جنگل کی لومڑیوں کے لئے تو ان کی پناہ گاہیں موجود ہیں مگر ابن آدم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اسی طرح بائبل کے مطابق آپ کو یہ بھی کہنا پڑا کہ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اتنے شدید مخالف حالات کے باوجود وہ حضرت عیسیٰؑ کو پھانسی دے کر مارنے میں ناکام ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ نے ہجرت اختیار کی اور اپنا مقصد حاصل کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تو یہ مقابلہ اور بھی شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے مسلسل تیرہ سال شدید مخالفت کا سامنا کیا۔ آپ کے مصائب و مشکلات اس قدر بڑھ گئے کہ آپ کو ایسی حالت میں ہجرت کے امتحان سے گزرنا پڑا کہ آپؐ کے مخالف آپؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے بھیڑیوں کی طرح آپؐ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔

حق و باطل کی اس آویزش میں یہ حیرت انگیز امر بھی نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں نے کبھی بھی اپنے موقف میں کسی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ وہ اپنے مخالفوں کو یہی جتلاتے رہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ (المجادلہ:22) کے غیر متبدل اصول کے مطابق کامیابی اور فتح ہمارا مقدر بنے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وہ عجیب قادر ہے اور اس کی قدرتیں عجیب ہیں۔ ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کتوں کی طرح مسلط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں"۔ (کشتیٔ نوح)

انبیاء کی مخالفت کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہاں یہ ضرور ہے کہ مخالف بھی ہوں کیونکہ سنت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ہر شخص جو خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے اس کے لئے امتحان ضرور رکھا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾ (العنکبوت:2-3)۔ امتحان خدا کی عادت ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ عالم الغیب خدا کو امتحان کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اپنی سمجھ کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ امتحان کا محتاج نہیں ہے، انسان خود محتاج ہے تا کہ اس کو اپنے حالات کی اطلاع ہو اور اپنے ایمان کی حقیقت کھلے۔ مخالفانہ رائے سن کر اگر مغلوب ہو جاوے تو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ قوت نہیں ہے۔...... خدا کا امتحان یہی ہے کہ انسان سمجھ جاوے کہ میری حالت کیسی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مامور من اللہ کے دشمن ضرور ہوتے ہیں جو ان کو تکلیفیں اور اذیتیں دیتے ہیں، توہین کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں سعید الفطرت اپنی روشن ضمیری سے ان کی صداقت کو پا لیتے ہیں۔ پس مخالفوں کا وجود بھی اس لئے ضروری ہے جیسے پھولوں کے ساتھ کانٹے کا وجود ہے ...... جس کو خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہ کسی کی کوشش سے نابود نہیں ہو سکتا......۔

رسول اللہ ﷺ کا کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے کہ ہر طرف سے مخالفت ہوتی تھی مگر آپؐ ہر میدان میں کامیاب ہی ہوتے تھے۔ صحابہؓ کے لئے یہ کیسی دل خوش کرنے والی دلیل تھی جب وہ اس نظارے کو دیکھتے تھے۔

اسلام کیا ہے؟ بہت سی جانوں کا چندہ ہے۔ ہمارے آباء و اجداد چندہ ہی میں آئے۔ اب اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اسلام کو کُل ملّتوں پر غالب کرے۔ اس نے مجھے اسی مطلب کے لئے بھیجا ہے اور اسی طرح بھیجا ہے جس طرح پہلے مامور آتے رہے۔ پس آپ میری مخالفت میں بھی بہت سی باتیں سنیں گے اور بہت قسم کے منصوبے پائیں گے لیکن مَیں آپ کو نصیحۃً للہ کہتا ہوں کہ آپ سوچیں اور غور کریں کہ یہ مخالفتیں مجھے تھکا سکتی ہیں یا ان کا کچھ بھی اثر مجھ پر ہوا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ کا پوشیدہ ہاتھ ہے جو میرے ساتھ کام کرتا ہے۔ ورنہ مَیں کیا اور میری ہستی کیا؟ مجھے شہرت طلب کہا جاتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اس فرض کے ادا کرنے میں مجھے کس قدر گالیاں سننی پڑی ہیں مگر ان گالیوں کو جو دیتے ہیں اور ان تکلیفوں کو جو پہنچاتے ہیں ایک لحظہ کے لئے بھی پرواہ یا خیال نہیں کرتا...... میرا خدا میرے ساتھ ہے اور اگر مَیں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا تو میری یہ مخالفت بھی ہرگز نہ ہوتی۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 412-413)

(عبدالباسط شاہد)

ہم زمین غزلیں

(تحقیق وترتیب: امۃ الباری ناصر)

میرؔ

وہ جو کشش تھی اس کی طرف سے کہاں ہے اب
تیر و کماں ہے ہاتھ میں سینہ نشاں ہے اب
زردیٔ رنگ ہے غمِ پوشیدہ پر دلیل
دل میں جو کچھ ہے منہ سے ہمارے عیاں ہے اب
نالاں ہوئے کہ یاد ہمیں سب کو دے گئے
گلشن میں عندلیب ہماری زباں ہے اب
برسوں ہوئے گئے اُسے پر بھولتا نہیں
یادش بخیر میرؔ رہے خوش جہاں ہے اب

(کلیات میر صفحہ ۲۵۱)

زکیؔ

دیکھا خیال سے تو یہ صورت عیاں ہے اب
پہلو میں دل کے ہونے کا بے جا گماں ہے اب
مجھ کو مٹا چکے مگر اب کیا مٹاؤ گے
میری جگہ تمہارے قدم کا نشاں ہے اب
سوزِ دروں نے مایۂ ہستی جلا دیا
یہ دم نہیں ہے سینے میں میرے دھواں ہے اب

(فرہنگ آصفیہ ۱ صفحہ ۸۴)

داغؔ

میں کیا کروں بلا سے جو تو مہرباں ہے اب
وہ دل کہاں ہے اب وہ طبیعت کہاں ہے اب
وہ ظالموں میں لاگ ہوئی میرے واسطے
نا مہرباں وہ ہے تو فلک مہرباں ہے اب
تم پارسا سہی مگر اتنا تو سوچ لو!
کچھ دیکھ ہی لیا تھا جو دل بدگماں ہے اب
تم کو یقیں نہیں تو نہ ہو اس کا کیا علاج
کم بخت داغؔ۔ تم سے بہت بدگماں ہے اب

مومنؔ

قتل عدو میں عذر نزاکت گراں ہے اب
مجھ میں ستم اٹھانے کی طاقت کہاں ہے اب
سجدے پہ سر قلم ہو دعا پر زباں کٹے
گویا نہ وہ زمیں ہے نہ وہ آسماں ہے اب
چشمِ غضب سے مشورہ قتل کھُل کیا
جو بات دل میں تھی سو نظر سے عیاں ہے اب
وہ دن گئے کہ لاف و گزاف جہاد تھا
مومنؔ ہلاک خنجرِ نازِ بتاں ہے اب

(دیوان مومن صفحہ ۲۵)

جگر مراد آبادی

صیاد مجھ سے دُور ہے خوش باغباں ہے اب
جس شاخ پر نظر میں کروں آشیاں ہے اب
نازک لبوں پہ شکوۂ راز نہاں ہے اب
اُن کا دہن ہے اور ہماری زباں ہے اب
چشم طلب میں اور کوئی آشیاں ہے اب
میرے لئے قفس مجھے سارا جہاں ہے اب

(دیوانِ جگر صفحہ ۱۲۳)

قرآن وحدیث میں مذکور

مسلم کی قانونی اور شرعی تعریف اور پاکستانی مُلّاں

(دوست محمد شاھد ۔مؤرخ احمدیت)

اسلام دین کامل ہے اور قرآن مجید خدا تعالیٰ کی آخری کتاب اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے مطابق قیامت تک کے اہم مسائل کے لئے مینارنور کی حیثیت رکھتا ہے ۔قرآن کو تمام صحائف سماوی پر اس اعتبار سے بھی واضح برتری حاصل ہے کہ اس میں دین حق کا نام اسلام رکھا ہے اور اس پر ایمان لانے والوں کو مسلم کہہ کر اس کی قانونی وشرعی تعریف بھی کردی ہے مثلاً فرمایا ﴿لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُوْمِنًا﴾ ۔(النساء :95) جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو۔

(ترجمہ شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی)

علّامہ سلیمان ندوی نے اس کی تشریح میں تحریر فرمایا ہے کہ:’’ مقصد یہ ہے کہ جوکوئی اپنے کو مسلمان کہے یا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ تم مسلمان نہیں۔‘‘

(سیرت النبیؐ جلد نمبر 6صفحہ 333)

صاحب قرآن بلکہ مجسم قرآن سیّدنا و مولانا خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے تہامہ کے قبیلہ بنی نہد کو حسب ذیل فرمان رسالت مدینہ میں عطا فرمایا کہ:

’’مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذَالِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰہَ فِی ذِمَّتِہٖ‘‘۔

(بخاری شریف۔ باب فضل استقبال القبلۃ)

جناب مودودی صاحب کے الفاظ میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

’’جس شخص نے وہ نماز ادا کی جو ہم کرتے ہیں، اس قبلہ کی طرف رخ کیا جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ کے دئے ہوئے ذمے میں اس کے ساتھ دغابازی نہ کرو۔‘‘

(دستوری سفارشات پر تنقید صفحہ 15,14)

پنجاب کے مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ مولانا غلام محی الدین صاحب لکھوی نے گوہڑ نمبر 18 متصل پتوکی ضلع لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

’’ہر وہ شخص جو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے مسلمان ہے خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھتا ہو......تحقیقاتی عدالت میں کسی عالم دین کو مسلمان کی تعریف کرنا نہیں آئی ۔ حالانکہ حدیث کی رو سے مسلمان وہ ہے جو حدیث مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا پر عامل ہے۔‘‘

جناب محمد یوسف ناظم جمعیۃ اہلحدیث گوہڑ نمبر 8 کا چشمدید بیان ہے کہ۔

’’اس موقع پر انہوں نے تمام علماء کو جاہل قرار دیا۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ قادیانیوں کے بارے میں جناب کا کیا خیال ہے جبکہ وہ حدیث پر بھی عامل ہیں مولانا نے فوراً فرمایا کہ’’ وہ مسلمان ہیں‘‘۔ہفت روزہ الاعتصام 26نومبر 1954ء صفحہ 5کالم 1)

دیو بندی عالم جناب مولوی اشرف علی تھانوی نے 27؍جنوری 1932ء (17رمضان المبارک 1350ھ)کو اپنے عقیدتمندوں کو مخاطب کرتے ہوئے درج بالا حدیث رسولؐ کا ذکر کرکے بتایا:۔

’’ معلوم ہوتا ہے وہ ذبیحہ جو مخصوص ہو اہل اسلام کے ساتھ اس کا کھانا بھی شعائر اسلام میں داخل ہے ۔نیز ایک لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ آئندہ ایک زمانہ میں بعض لوگ نماز نہیں پڑھیں گے صرف گوشت کھانے کے مسلمان ہوں گے ان کے اسلام کی یہی علامت ہوگی ورنہ صَلّٰی صَلٰوتَنَا کے بعد اس کی کیا ضرورت تھی ۔غرض ایسوں کو بھی حقیر نہ سمجھے‘‘۔

(الافاضات الیومیہ ۔جلد اوّل صفحہ 230 ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ لاہور)

حدیث کی مستند کتاب مسلم کتاب الصلوۃ میں یہ حیرت انگیز روایت ہمیں ملتی ہے کہ آنخضرت ﷺ کے حضور ایک لونڈی لائی گئی۔حضور پرنور نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔آنحضور ﷺ نے دریافت فرمایا: مَیں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا آپ رسول اللہ ہیں ۔ آنخضرت ﷺ نے لونڈی کے مالک کو فوراً حکم دیا ”اَعْتِقْھَا فَاِنَّھَا مُوْمِنَۃٌ “۔اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ مدینۃ الرسول ﷺ میں آنخضرت ﷺ نے اسلام کی پہلی اور مثالی سلطنت میں مسلمانوں کی مردم شماری قرآنی قانون ﴿لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُوْمِنًا﴾ ۔(النساء :95) کے مطابق کروائی ۔چنانچہ بلند پایہ صحابی حضرت حذیفہ بن یمان سے مروی ہے۔

”قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اُکْتُبُوْا لِیْ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ“۔

(بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الأمام للناس جلد 2صفحہ 118مطبوعہ مصر 1351ھ؍1933ء)

خدااور رسول سے کھلی دغابازی

الغرض خدا تعالیٰ اور شہنشاہ نبوت خاتم الانبیاء ﷺ نے چودہ سو سال قبل مسلم کی قانونی تعریف واضح رنگ میں بتادی ہے جو ہر مسلم مملکت کے لئے مشعل راہ ہے اور چاند ستاروں کی طرح جگمگاتی رہے گی ۔اس حقیقت کے باوجود جو آفتاب سے بڑھ کر روشن اور تابندہ و درخشندہ ہے ۔پاکستانی ملاّؤں نے خدا اور رسول سے دغابازی، فریب کاری اور غدّاری کرتے ہوئے ایک ایسی نئی تعریف اسمبلی سے منظور کروائی جس کا اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں نام و نشان نہیں ملتا۔گستاخان رسول عربیؐ کی اس کافرانہ تعریف کی زد براہ راست شہ لولاک ﷺ کی ذات اقدس پر پڑتی ہے کیونکہ آنخضرت ﷺ نے اپنے صاحبزادہ ابراہیمؑ اور آنے والے مسیح موعود کو نبی قرار دیتے ہوئے اس شرمناک تعریف کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیر کے رکھ دی ہیں۔

یہاں ایک تاریخی نکتہ بھی خصوصی توجہ کے لائق ہے کہ پاکستانی ملاّں نے 1953ء میں فساد برپا کر کے اور پورے ملک میں بغاوت کے شعلے بھڑکاتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ احمدی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے بعدازاں جب تحقیقاتی عدالت میں ان دہشت گردوں اور تخریب کاروں سے مسلم کی تعریف پیش کرنے کا مطالبہ کیا تو وہ کسی تعریف پر متفق نہ ہو سکے جس سے دنیا بھر میں ان کی سخت ذلّت و بے آبروئی ہوئی تھی۔

چنانچہ مودودی صاحب جیسے معاند احمدیت کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ:’’ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کھلم کھلا علماء کو خوار کرنے کا سامان ہو رہا تھا۔اور جب تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ شائع ہوئی تو ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ اس میں علماء کی کیا گت بنائی گئی اور اس رپورٹ کی اشاعت پر سب کو سانپ سونگھ گیا‘‘۔

(روزنامہ ”ملت “لاہور 21جون 1953ء صفحہ 1)

یہ نام نہاد’’ محافظین ختم نبوت‘‘ نے خدا اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی واضح تعریف کے باوجود تحقیقاتی عدالت کی کارروائی کے دوران کیوں اسے پارہ پارہ کر کے ردّی کی ٹوکری میں ڈالنے کی جسارت کی؟ اس کا جواب بھارت کے ایک غیر جانبدار مبصر اور رُکن جمعیۃ العلماء ہند کے قلم سے پڑھئے ۔انہوں نے ’’مسلمان کی تعریف‘‘ کے زیرعنوان رسالہ’’ صدق جدید‘‘(6-20دسمبر 1957ء) میں تحریر فرمایا:۔

’’ یہ سطور اہل پاکستان کے ان علماء کے لئے لکھی گئی ہیں جو حکومت سے لفظ مسلم کی تعریف کرانا چاہتے ہیں ۔اگرچہ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ تعریف سے پہلے بعض فرقوں کو خارج از اسلام قرار دینے کے لئے بے چین ہیں اور تعریف بھی ایسی من مانی کرانا چاہتے ہیں کہ جن کو وہ مسلمان نہیں کہنا چاہتے وہ مسلمان ثابت نہ ہو‘‘ ۔ مسلم نئے نئے ہیں کافر نئے نئے۔

’’مسلم‘‘ کی کافرانہ تعریف کے ہولناک اثرات

7؍ستمبر 1974ء کو خدا اور رسول کے باغی ملاّؤں نے جو کافرانہ تعریف پاس کرائی وہ منفی تعریف تھی جس میں پاکستان کے مذہبی حلقوں کی 30 سالہ سرتوڑ’’ تحقیقات‘‘ یا سازش کے بعد یہ تعریف کی گئی کہ ناٹ مسلم کون ہے ؟ حالانکہ قانونی شق مثبت ہونی چاہئے تھی ۔نتیجہ یہ ہے کہ ستاون سال گزر جانے کے باوجود آئین پاکستان میں بھی مسلم کی تعریف موجود نہیں ۔اس سانحہ کا نتیجہ کس خوفناک صورت میں برآمد ہو رہا ہے ۔اس کا کسی قدر اندازہ ایک دردمند دل رکھنے والے پاکستانی جناب آفتاب عروج کے درج ذیل مکتوب مفتوح سے لگائیے جو انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان کے نام لکھا کہ:

’’مسلمان کی تعریف DEFINATION

پاکستان کو وجود میں آئے پچاس سال بیت چکے ہیں لیکن ہنوز ہماری اولین فکری اور نظریاتی منزل (اسلامی ضابطۂ حیات کا نفاذ) کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا۔ اس کی بنیادی وجہ ہمارا فکری اور نظریاتی ابہام وانتشار (ملاحظہ فرمائیں آئین پاکستان کا آرٹیکل 227 کا وضاحتی نوٹ) جس میں ہم اپنی فکری ونظریاتی شکست کا اعتراف کرتے نظر آرہے ہیں ۔یوں لگتا ہے کہ آئین پاکستان میں یہ ترمیم شامل کرنے والے لوگ اپنے آپ کو ہندوستان کے شہری تصور کررہے تھے ۔ورنہ پاکستان کے وجود کا ہرگز ہرگز یہ تقاضا نہ تھا۔اب انہی وجوہات کی بنیاد پر ہم اپنی فکری ونظریاتی منزل سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں ۔لہٰذا آئین پاکستان کے اس آرٹیکل 227 کے وضاحتی نوٹ کو فوری طور پر منسوخ کرنا ہوگا کیونکہ فکر اور نظریہ ہی فرد کے کردار کا تعین کرتا ہے۔اسی سے فکروعمل میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے ۔اسی فکروعمل کی ہم آہنگی سے قومیں اَعْلَوْنَ کے مقام پر فائز ہوتی ہیں۔ اگر فکروعمل میں ہم آہنگی نہ ہو تو دنیا کی کوئی بھی طاقت قوم میں یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا نہیں کرسکتی۔

آج اگر حکومت خلوص نیت کے ساتھ اسلامی ضابطۂ حیات کے نفاذ کے لئے قانون سازی کا آغاز کرتی ہے تو اس کے سامنے سب سے پہلے یہ سوال آئے گا کہ مسلمان کی تعریف (DEFINATION) کیا ہے؟ مسلمان کسے کہا جائے گا؟ اب اگر حکومت اپنے طور پر مسلمان کی تعریف (DEFINATION) آئین میں شامل کرتی ہے تو تمام مذہبی جماعتیں فوری طور پر اسے رد کردیں گی اور اگر کسی ایک مذہبی جماعت سے پوچھا جائے کہ مسلمان کی تعریف (DEFINATION) کیا ہے؟ تو اس کی بتائی ہوئی تعریف وتشریح دوسری تمام مذہبی جماعتیں یا گروہ مسترد کردیں گے ۔علیٰ ھذا القیاس تمام مذہبی جماعتیں دوسرے فرقہ یا گروہ کی بتائی ہوئی تعریف پر اتفاق نہیں کریں گے۔

اس کا مظاہرہ 1953ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے مقرر کی گئی جسٹس منیر کمیٹی کی رپورٹ میں سامنے آچکا ہے ۔اس کے بعد جنرل ضیاء الحق کے دور میں نفاذ زکوٰۃ پر ملک میں زبردست ہنگامہ آرائی ہوچکی ہے ۔اس وقت بھی پاراچنار اور مالاکنڈ کے علاوہ طالبان کے نفاذ شریعت کے تصور کی مثالیں موجود ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ تمام حکومتیں سنجیدگی کے ساتھ نفاذ اسلام کے ان بھڑوں کے چھتے کو ہاتھ لگانے سے گریزاں چلی آرہی ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ہر حکومت کو مجبوراً نفاذ اسلام کا نام تو لینا پڑتا ہے لیکن عملاً وہ کچھ کرگزرنے سے معذور ہوتی ہے ۔کیونکہ انہیں حکومت بھی کرنی ہوتی ہے ۔اس لئے موجودہ صورت حال میں مسلمان کی تعریف (DEFINATION) کئے بغیر یہاں اسلامی ضابطۂ حیات کا نفاذ ناممکن ہے ۔یہ تو ممکن ہے کہ آپ ملک میں کسی اکثریتی فرقہ کی فقہ کا نفاذ کردیں اور مطمئن ہو جائیں کہ اسلام کا نفاذ عمل میں آگیا ہے۔تو یہ بھی اسلام کے ساتھ اور قوم کے ساتھ بددیانتی ہوگی نیز موجب فساد‘‘ (روزنامہ” خبریں “ 31؍اگست 1999ء)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اپنی بیعت کی تحریک کے لئے قلم ولسان کی پوری قوتیں صرف کرنے میں اپنی مثال آپ سمجھے جاتے ہیں اور اس معاملہ میں نہایت انتہا پسند واقع ہوئے ہیں اور درج ذیل شعر اُن کی شاطرانہ چالوں اور تیزیوں طراریوں کا خوب نقشہ

پیش کرتا ہے

یہ زباں چلتی ہے واعظ کہ چھری چلتی ہے
ذبح کرنے مجھے آئے ہو یا سمجھانے کو

اس اہم سوال پر پُر جوش ''امیر تنظیم اسلامی'' کے ہوش گم ہو گئے۔ زبان قلم ساکت وصامت ہو گئے اور اپنے ''معتمد ذاتی'' کی منّت سماجت کی اور زبان حال سے فریاد کی کہ خدارا مجھے اس بلائے ناگہانی سے بچالو۔ جس پر اس نے 14ر ستمبر 1999ء کو یہ مختصر سا جواب دیا: ''ہمارے نزدیک اصل مسئلہ ایک اسلامی ریاست کا قیام ہے نہ کہ مسلم کی DEFINATION اگر کہیں دنیا میں صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو وہی مسلم کی DEFINATION بھی طے کرے گی۔''

جناب آفتاب عروج کو اس جواب پر بے حد مایوسی ہوئی اور ایک تفصیلی مکتوب کے ذریعہ دوبارہ اس موقف کی اہمیت کو واشگاف لفظوں میں واضح کیا'' میں نے اپنے گزشتہ سال کے خط میں یہ تجویز دی تھی کہ ہم گزشتہ نصف صدی سے خود کو اور قوم کو دھوکہ دیتے چلے آرہے ہیں......اب یہ تماشہ بند ہو جانا چاہئے۔ اگر ہم گزشتہ پچاس سالوں میں مسلم کی تعریف (DEFINATION) پر متفق نہیں ہو سکے تو اسلامی نظام پر اتفاق تو بہت دور کی بات ہو گی۔''

ڈاکٹر اسرار کے کاغذی معتمد ذاتی بوکھلا گئے اور یہ کہہ کے جان چھڑائی: ''دستور میں طے ہو جائے کہ یہاں قرآن وسنّت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہو گی تو قانوناً یہ ملک اسلامی ریاست بن جائے گا۔''

آفتاب عروج اس مغالطہ آفرینی پر بھڑک اٹھے اور لکھا کہ کیا ڈاکٹر اسرار اس درجہ جاہل ہیں کہ انہیں یہ علم نہیں کہ پاکستان کے پہلے آئین سے اب تک دستور میں یہ موجود ہے کہ یہاں اقتدار اعلیٰ، اللہ کا ہو گا۔

اس ضرب کلیمی کی تاب نہ لاکر معتمد ذاتی نے یہ حروف لکھ کر ہمیشہ کے لئے ''چپ'' کا روزہ رکھ لیا کہ :'' ہمارا تعلق نہ تو مذہبی پیشوائیت سے ہے نہ کسی فرقہ سے۔''

معتمد ذاتی کے یہ الفاظ اکیسویں صدی کا بہت بڑا اور سیاہ جھوٹ ہے۔ کوئی ہمیں بتلائے کہ جس فرقہ کا امیر سمع و اطاعت کی بیعت لیتا اور اسی سے ملّت اسلامیہ کی زندگی کو وابستہ کرتا ہے وہ ''مذہبی پیشوائیت'' کا مجسمہ نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ ساری دلچسپ خط وکتابت ''ماہنامہ طلوع اسلام'' ستمبر 2002ء کے شمارہ میں صفحہ 38 تا 44 میں شائع ہوئی تھی جو آج بھی دعوت فکر دے رہی ہے۔ اے کاش ڈاکٹر اسرار اور اُن کے ہم مسلک تمام علماء ظواہر ہماری نہیں سنتے تو اپنے مرشد اقبال کی صدا پر ہی کان دھریں۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔
(مینجر)

سوال پہلے

تاریخ احمدیت سے 1905ء کے اہم واقعات اور تائیدات الٰہیہ پر ایک نظر

(حبیب الرحمن زیروی)

قسط نمبر 3

تجویز قیام مدرسہ احمدیہ قادیان اور اس کی غرض وغایت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ کی وفات کی وجہ سے جماعت میں ایک خلا محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ یہ تجویز کی گئی کہ جماعت میں علماء پیدا کرنے کے لئے ایک الگ دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ جس پر مدرسہ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور جب دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخری ہفتہ میں جلسہ سالانہ کے لئے احباب جمع ہوئے تو حضرت اقدس نے ایک نہایت دردانگیز تقریر فرمائی جس میں اپنی یہ تجویز دوبارہ پیش فرمائی کہ موجودہ انگریزی مدرسہ کے علاوہ ہمیں ایک ایسی درسگاہ کی بھی ضرورت ہے جس میں ایسے علماء پیدا کئے جائیں جو عربی علوم کے ساتھ ساتھ کسی قدر انگریزی اور دیگر علوم سے بھی واقف ہوں۔ حضور کی یہ تقریر سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور حضور کے تقریر ختم کرنے کے بعد سب نے بالاتفاق عرض کی کہ جو تجویز بھی حضور کے ذہن میں ہے ہم سب اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کا بوجھ اٹھانے کے لئے بدل وجان تیار ہیں۔ اس کے بعد دیر تک باہمی مشورہ ہوتا رہا اور یہ طے پایا کہ علماء اور مبلغ پیدا کرنے کے لئے الگ شاخ قائم کی جائے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء سے دینیات کی الگ شاخ جاری کردی گئی۔

(حیات طیبہ صفحہ ۲۹۸)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''مدرسہ کی حالت دیکھ کر دل پارہ پارہ اور زخمی ہو گیا۔ علماء کی جماعت فوت ہو رہی ہے۔ مولوی عبدالکریم کی قلم ہمیشہ چلتی رہتی تھی۔ مولوی برہان الدین فوت ہو گئے۔ اب قائم مقام کوئی نہیں۔ جو عمر رسیدہ ہیں ان کو بھی فوت شدہ سمجھے۔ دوسرا جیسا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تقویٰ ہو اس کی تخم ریزی نہیں۔ یہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ورنہ اچھے آدمی مفقود ہو رہے ہیں۔......میں تو ایسے آدمیوں کی ضرورت سمجھتا ہوں جو دین کی خدمت کریں۔ میرے نزدیک زبان دانی ضروری ہے۔ انگریزی پڑھنے سے میں نہیں روکتا۔ میرا مدعا یہ ہے اور میں نے پہلے بھی سوچا ہے اور جب سوچا ہے میرے دل کو صدمہ پہنچا ہے کہ ایک طرف تو زندگی کا اعتبار نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّرُ سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا اس مدرسہ کی بنا سے غرض یہ تھی کہ دینی خدمت کے لئے لوگ تیار ہو جاویں۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے پہلے گزر جاتے ہیں دوسرے جانشین ہوں۔ اگر دوسرے جانشین نہ ہوں تو قوم کے ہلاک ہونے کی جڑ ہے۔ مولوی عبدالکریم اور دوسرے مولوی فوت ہو گئے۔ اور جو فوت ہوئے ہیں ان کا قائم مقام کوئی نہیں۔ دوسری طرف ہزار ہا روپیہ جو مدرسہ کے لئے لیا جاتا ہے پھر اس سے فائدہ کیا؟ جب کوئی تیار ہوجاتا ہے تو دنیا کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ اصل غرض مفقود ہے۔ میں جانتا ہوں جب تک تبدیلی نہ ہوگی، کچھ نہ ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی جماعت روحانی سپاہیوں کے تیار کرنے والے تھے وہ نہیں رہے دور چلے گئے ہیں۔ ہمیں کیا غرض ہے کہ قدم بقدم ان لوگوں کے چلیں جو دنیا کے لئے چلتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۵۸۴)

اسی طرح فرمایا:

''میں جب اسلام کی حالت کو مشاہدہ کرتا ہوں تو میرے دل پر چوٹ لگتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ ایسے لوگ میری زندگی میں تیار ہو جاویں جو اسلام کی خدمت کرسکیں۔ ہم تو پا بگور ہیں اور اگر اور تیار نہ ہوں تو پھر مشکل پیش آتی ہے۔ میرا مدعا اس قدر ہے کہ آپ لوگ تدبیر کریں خواہ کسی پہلو پر صاد کیا جاوے مگر یہ ہو کہ چند سال میں ایسے نوجوان نکل آویں جن میں علمی قابلیت ہو اور وہ غیر زبان کی واقفیت بھی رکھتے ہوں اور پورے طور پر تقریر کرکے اسلام کی خوبیاں دوسروں کے ذہن نشین کرسکیں۔

میرے نزدیک غیر زبانوں سے اتنی ہی مراد نہیں کہ صرف انگریزی پڑھ لیں۔ نہیں، اور زبانیں بھی پڑھیں اور سنسکرت بھی پڑھیں تا کہ ویدوں کو پڑھ کر ان کی اصلیت ظاہر کرسکیں۔ اس وقت تک وید گویا مخفی پڑے ہوئے ہیں کوئی ان کا مستند ترجمہ نہیں۔ اگر کوئی کمیٹی ترجمہ کرکے صاد کردے تو حقیقت معلوم ہوجاوے۔''

''اصل بات یہ ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ اسلام کو ان لوگوں اور قوموں میں پہنچایا جاوے جو اس سے محض ناواقف ہیں اور اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جن قوموں میں تم اسے پہنچانا چاہو ان کی زبانوں کی پوری واقفیت ہو۔ ان کی زبانوں کی واقفیت نہ ہو اور ان کی کتابوں کو پڑھ نہ لیا جاوے تو مخالف پورے طور پر عاجز نہیں ہو سکتا''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۱۹)

مدرسہ کا ذکر تھا، فرمایا:

''اس جگہ طلباء کا آکر پڑھنا بہت ضروری ہے جو شخص ایک ہفتہ ہماری صحبت میں آکر رہے وہ مشرق و مغرب کے مولوی سے بڑھ جائے گا۔ جماعت کے بہت سے لوگ ہمارے روبرو ایسے تیار ہونے چاہئیں جو آئندہ نسلوں کے واسطے واعظ اور معلم ہوں اور لوگوں کو راہ راست پر لاویں''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۱۹)

فرمایا: ''حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ میں بچہ تھا۔ جوان ہوا۔ اب بوڑھا ہو گیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے۔ پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۴۴)

سفر دہلی (۲۲؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حرم محترمہ کو اپنے وطن دہلی گئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ کئی دفعہ دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ مگر بعض موانع پیش آجانے کی وجہ سے اس ارادہ کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکیں۔ اب ایک تقریب یہ بھی پیدا ہوئی کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے وہ دہلی کے سول ہاسپٹل میں ڈیوٹی پر لگ گئے۔ حضرت اماں جان اپنے والد محترم حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو رہی تھیں کہ حضرت اقدسؑ نے اپنی عادت کے مطابق استخارہ کیا۔ جس پر آپ کو بتایا گیا کہ آپ کو بھی دہلی ساتھ جانا چاہئے۔ اس پر آپ چند خدام سمیت تیار ہو گئے۔ ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو اتوار کے روز صبح کے وقت آپ قادیان سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ ''دہلی گئے ہیں۔ تو تمام دروازے بند ہیں پھر دیکھا کہ ان پر قُفل لگے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ کوئی شخص کچھ تکلیف دینے والی شئے میرے کان میں ڈالتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ تم مجھے کیا دکھ دیتے ہو، رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ دکھ دیا گیا تھا''۔

اس رؤیا سے معلوم ہوتا تھا کہ دہلی والوں کے دلوں پر ایسے قفل لگے ہوئے ہیں کہ وہ بہت کم ہی کوئی نیک اثر قبول کریں گے۔ حضرت اقدس قادیان سے روانہ ہو کر بٹالہ پہنچے۔ سیکنڈ کلاس کا ایک کمرہ آپ کیلئے ریزرو کروایا گیا تھا۔ بٹالہ اسٹیشن پر ظہر وعصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھی گئیں۔ امرتسر میں گاڑیوں کا درمیانی وقفہ پانچ گھنٹے کا تھا۔ اس لئے آپ آرام کرنے کیلئے گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم کے ایک طرف درختوں کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت اقدس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ امرتسر کے احمدیوں کو اطلاع نہ دی جائے مگر ان کو کسی نہ کسی ذریعہ سے پتہ لگ ہی گیا جس پر آناً فاناً

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جودوسخا کے غیر معمولی شان کے حامل نظارے ہمیں صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نظر آئیں گے۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ سے آپؐ کے جودوسخا کے نہایت دلپذیر، روح پرور واقعات کا بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز–فرمودہ18/مارچ2005ء بمطابق18/امان 1384ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔مورڈن،لندن۔

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

عام طور پر دنیا میں ایک دنیادار انسان دولت کی خواہش کرتا ہے، ولت جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ دنیاداروں میں اپنا ایک مقام بنائے۔ اپنی دولت سے دوسروں کو مرعوب کرے۔ اپنے لئے آرام و آسائش کے سامان مہیا کرے۔ اپنے لئے آرام دہ رہائش اور آرام دہ سواریوں کا انتظام کرے۔ اپنے بیوی بچوں کے لئے دولت کے انبار چھوڑ کر جائے تا کہ وہ بھی اس کے بعد آسائش کی زندگی گزار سکیں۔ اور اس میں بھی ایک چھپی ہوئی خواہش ہوتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد لوگ یہی کہیں گے کہ فلاں امیر آدمی مرنے کے بعد اتنی دولت چھوڑ کر مرا۔ اور اس کی اولاد اتنی دولت میں کھیل رہی ہے۔ یہ تو ہیں ظاہری دنیاداروں کی باتیں۔ ہر ایک کو نظر آرہے ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے خیال میں انسانیت کے ہمدرد اور غمخوار ہوتے ہیں، جو انسانی ضرورتوں کے پورا کرنے کے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے عمل بھی ان دنیاداروں سے کوئی مختلف نہیں ہو رہے ہوتے، صرف ظاہری نعرے اور دعوے ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ کبھی بھی اپنے مفاد کی قربانی کرتا ہوا ان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آئے گا۔ لیکن دولت کے ملنے پر اور پھر اس کے خرچ کرنے کے جو طریقے ہیں اس بارے میں جو اُسوۂ حسنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے قائم فرمایا ہے اس کی مثالیں آپؐ کی زندگی کا ہی حصہ ہیں۔ یہ تو بعض دفعہ ہو جاتا ہے کہ دنیا کے دکھاوے کے لئے جیسا کہ مَیں نے کہا لوگ ہمدردی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں اور اس کی خاطر پھر بعض لوگ اپنی طرف سے سخاوت کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، لوگوں کے لئے خرچ بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ وقتی جذبہ ہوتا ہے۔ لیکن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ان کا احساس کرتے ہوئے یہ جودوسخا کے نظارے ہمیں صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نظر آئیں گے۔ یہ معیار نہ کبھی اس سے پہلے قائم ہوئے اور نہ قائم ہوں گے۔ بہرحال ایک اسوۂ حسنہ ہے جو آپؐ نے ہمارے لئے قائم فرمایا۔ جہاں آپؐ رات دن اس فکر میں رہتے تھے کہ لوگ ایک خدا کو پہچانیں، روحانیت میں ترقی کریں۔ وہاں اپنی آسائش اور اپنے آرام کی فکر نہیں تھی بلکہ ایک یہ بھی فکر تھی کہ لوگوں کی ضروریات کس طرح پوری ہوں۔ اپنے بیوی بچوں کے آرام و آسائش کی کوئی فکر نہیں تھی بلکہ ان کو بھی یہ تعلیم تھی اور یہی تربیت کی کہ دوسروں کے لئے اپنے ہاتھ کو کھولو اور اپنے دل کو کھولو۔ اور ان کو خود یہی تلقین تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے پر زیادہ زور دو، بجائے اس کے کہ مال جمع کرنے اور اکٹھا کرنے پر زور رہو، اپنی آرام و آسائش پر زور ہو کیونکہ یہی چیز ہے جو آخری زندگی میں تمہارے کام آئے گی۔

تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہ جُود وسخا، لوگوں کی خاطر خرچ کرنا، قربانی کر کے خرچ کرنا یہ بھی آپؐ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی میں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے کرتے تھے۔ آپؐ ہی کی ذات ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے اعلیٰ معیار جو کسی انسان میں ہو سکتے ہیں نظر آتے ہیں۔ پس اس جودوسخا کے نمونے بھی خدا تعالیٰ کی ذات کے بعد اگر کسی انسان میں نظر آسکتے ہیں تو وہ اسی انسان کامل کی ذات ہے۔ آپؐ کو پتہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی صفات کا سب سے بڑا مظہر مَیں ہوں۔ اور یہ جودوسخا بھی، یہ بھی ایک خُلق ہے، کوئی اس سے باہر نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے خود فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام سخاوت کرنے والوں سے بڑھ کر سخاوت کرنیوالا ہے۔ اور پھر مَیں تمام انسانوں میں سے سب سے بڑا سخی ہوں۔

(مجمع الزوائد باب فی جودہ ﷺ باب 9صفحہ 13)

اب یہ کوئی زبانی دعویٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ مَیں چند نمونے پیش کروں گا، چند مثالیں پیش کروں گا اس سے ثابت ہوگا کہ آپؐ سے بڑھ کر حقیقت میں دنیا میں کوئی سخی پیدا نہیں ہوا۔ آپؐ کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ دولت خدا تعالیٰ نے مجھے دی ہے، مجھے اپنے آرام کے لئے اسے رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زندگی میں بے شمار ایسے مواقع پیدا کئے جب آپؐ کے پاس دولت کے انبار لگ گئے۔ لیکن آپؐ نے کبھی ان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا بلکہ فوری طور پر لوگوں میں تقسیم کرنے کی فکر ہوتی تھی۔

چنانچہ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِى اللّٰهُ کہ میں تو صرف قاسم ہوں۔ خدا تعالیٰ دیتا ہے اور مَیں تقسیم کر دیتا ہوں۔ (بخاری کتاب الأعتصام بالکتاب والسنة باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرين)

ان تقسیم کرنے کے نظاروں کی تصویر کشی مختلف روایات میں ہوئی ہے صحابہ نے اپنے اپنے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جودوسخا کے واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ ان روایات کو بھی پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ صحابہ اس سے بھی زیادہ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن الفاظ ساتھ نہیں دیتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَالنَّاسِ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں میں سے حسین ترین اور سب سے بہادر اور سب انسانوں میں سے زیادہ سخی تھے۔ (بخاری کتاب الجهاد والسير)

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر، معزز، سخی اور نورانی وجود کسی کو نہیں دیکھا۔ (ابن سعد جلد اول صفحہ 373)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور آپؐ کی سخاوت رمضان کے مہینے میں اپنے انتہائی عروج پر پہنچ جاتی تھی۔ جب جبرئیل آپؐ سے ملاقات کرتے تھے اس وقت آپ کی سخاوت اپنی شدت میں تیز آندھی سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

(بخاری کتاب الصوم باب أجود ما کان النبی ﷺ)

آپ کی سخاوت کا عمومی رنگ بھی ایسا تھا کہ جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ مَیں آگے بعض روایات سے پیش کروں گا۔ لیکن صحابہ کہتے ہیں کہ رمضان میں تو اس سخاوت کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا تھا۔ یہ کبھی عام حالات میں بھی نہیں ہوا کہ کبھی کسی نے مانگا ہو اور آپؐ نے نہ دیا ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا ہو اور آپؐ نے 'نہ' کہا ہو۔ اگر ہوتا تو عطا فرما دیتے ورنہ خاموش رہتے، یا اس کے لئے دعا کر دیتے۔

(شرح مواهب اللدنيه للزرقانی جلد 6صفحہ 114 دارالکتب العلمية بيروت طبع اولٰی 1996ء)

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ بعض انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپؐ نے مزید عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپؐ نے کچھ اور عطا فرمایا یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جو مال ہوتا ہے اسے تم سے روک کر نہیں رکھتا۔ (بخاری کتاب الزکاة باب الأستعفاف عن المسألة)

پھر ایک روایت میں حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لباس کی ضرورت محسوس کر کے ایک صحابیہ نے ایک خوبصورت چادر کڑھائی کر کے آپؐ کی خدمت میں پیش کی۔ اور عرض کی کہ یہ میں نے آپؐ کے لئے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے تاکہ آپؐ اس کو استعمال فرمائیں۔ (کیونکہ آپؐ سب کچھ دے دیا کرتے تھے، اپنے لئے نہیں رکھتے تھے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ آپؐ اندر گئے اور وہ چادر پہنی اور باہر تشریف لائے تو ایک صحابی نے کہا کیا عمدہ چادر ہے یہ مجھے پہنا دیجئے۔ اس پر لوگوں نے اس کو کہا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہن لیا ہے اور آپؐ کو اس کی ضرورت بھی ہے تو تم نے پھر یہ چادر کیوں مانگ لی۔ حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اس پر اس نے کہا کہ یہ مَیں نے پہننے کے لئے نہیں مانگی مَیں نے تو یہ اپنے کفن کے لئے مانگی ہے۔

(بخاری کتاب الجنائز باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ)

ایک روایت میں آتا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نوّے ہزار درہم پیش کئے گئے۔ آپؐ نے انہیں ایک چٹائی پر رکھوا لیا اور تقسیم فرمانے لگے۔ ہر آنے والے سوالی کو عطا فرماتے تھے اور کسی کو بھی خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ جب آپؐ سارے درہم تقسیم فرما چکے تو ایک اور سوالی آ گیا۔ اس وقت تک ختم ہو چکے تھے تو آپؐ نے فرمایا تم ہمارے نام پر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لو اور جب کہیں سے مال آئے گا یا میرے پاس گنجائش ہوگی تو مَیں تمہارا قرض اتار دوں گا۔ تو اس موقع پر وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کام کی استطاعت نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار نہیں دیا۔ یعنی جب آپ کے پاس نہیں ہے تو انکار کر دیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بڑا برا منایا۔ آپؐ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ وہاں ایک انصاری بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ خرچ کرتے چلے جائیں اللہ آپ کو کبھی بھی مال کی کمی نہیں ہونے دے گا۔ یہ سن کر آپؐ مسکرائے اور آپؐ کے چہرے پر خوشی کے آثار جھلکنے لگے۔ اور فرمایا مجھے یہی حکم ملا ہوا ہے۔ (الشفاء لقاضی عیاض فصل واما الجود والکرم والسخاء والسماحۃ جلد اول صفحہ 65-66)۔ اور آپؐ کی اسی سخاوت کی وجہ سے آپؐ پر قرض بھی ہو جاتا تھا۔ لیکن کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔

چنانچہ اس قرض کا ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ عبداللہ الھوزنی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حلب میں ملا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد و خرچ کی بابت سوال کیا کہ کس طرح آمد ہوتی تھی، کس طرح خرچ ہوتا تھا؟ تو بلالؓ کہنے لگے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ سارا انتظام، آمد و خرچ کا حساب کتاب، یہ میرے سپرد ہی ہوتا تھا۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ جب بھی کوئی مسلمان کپڑوں سے عاری ہے یا کوئی ضرورت مند ہے اور آپؐ کے پاس آتا تو آپؐ مجھے حکم فرماتے اور مَیں اس کو کپڑا خرید دیتا یا اس کی ضرورت پوری کر دیتا۔ کھانے کی ضرورت ہوتی یا کوئی اور جو بھی انتظام ہوتا۔ اور حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ رقم نہیں ہوتی تھی اس کے لئے اگر مجھے قرض بھی لینا ہوتا تھا تو میں لے لیا کرتا تھا۔ تو ایک دن ایک مالدار مشرک مجھے ملا اور کہنے لگا کہ اے بلال! مَیں صاحب استطاعت ہوں! مجھے توفیق ہے تم کسی اور سے کیوں قرض لیتے ہو، جب ضرورت ہو مجھ سے لے لیا کرو۔ تو کہتے ہیں مَیں اس سے قرض لینے لگ گیا۔ تو ایک روز میں وضو کر رہا تھا کہ وہی شخص کچھ اور تاجروں کے ہجوم میں میرے پاس آیا اور مجھے دیکھتے ہی بڑی رعونت سے کہنے لگا کہ اے حبشی! تمہیں علم ہے کہ میرا قرض چکانے کے دن قریب آ گئے ہیں، چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ تو مَیں نے کہا ہاں مجھے پتہ ہے۔ بہرحال اس نے بڑے سخت الفاظ میں کہا کہ میں ان دنوں کے اندر اندر اپنا قرض واپس لے کے رہوں گا ورنہ تم میری نوکری کرو گے اور میری بکریاں چراؤ گے اور میری غلامی میں آ جاؤ گے۔ تو بہرحال بلال کہتے ہیں کہ میرے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اس کی یہ باتیں مجھے بڑی بری لگیں۔ عشاء کی نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں مشرک سے اتنا قرض لیا تھا، لوگوں کی ادائیگیوں اور ضرورتیں پوری کرنے کے لئے، اب آج اس نے مجھے قرض کی ادائیگی کے لئے بڑا سخت برا بھلا کہا ہے۔ ابھی کچھ دن رہتے ہیں۔ اور حالت یہ ہے کہ نہ آپ کے پاس کچھ ہے اور نہ میرے پاس ہے کہ قرض کی ادائیگی کا کچھ انتظام کر سکیں۔ تو میرے ذہن میں یہی خیال آتا ہے کہ میں کچھ دنوں کے لئے جب تک ادائیگی کا انتظام نہیں ہو جاتا کسی مسلمان قبیلہ کی طرف چلا جاتا ہوں۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں یہ کہہ کر اپنے گھر آ گیا اور تیاری کرنے لگا۔ جوتی اور ڈھال وغیرہ اپنے سرہانے رکھ لی کہ صبح صبح سفر شروع کر دوں گا۔ تو کہتے ہیں کہ جب صبح جانے کے لئے تیار تھا تو ایک شخص میرے پاس آیا اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں حضورؐ کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹ سامان سے لدے پھندے بیٹھے ہیں اور ان پر مال لدا ہوا تھا۔ تو جب میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجازت چاہی۔ آپؐ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے بلال! خوش ہو جا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا سامان کر دیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تم نے چار اونٹ نہیں دیکھے؟ یہ جو سامان سے لدے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا ہاں جی دیکھے ہیں۔ فرمایا کہ سارا سامان لے لو اور سب قرضے اتار دو۔ یہ فدک کے رئیس نے تحفۃً بھجوائے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا۔ واپس آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے کہ بلال جو تیرے پاس تھا اس کا کیا بنا۔ تو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو آپ پر تھا وہ سارا قرض اتار دیا اور اب کوئی قرض باقی نہیں رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کوئی مال بچا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچ گیا اس کو بھی ضرورت مندوں کو دے دو اور میری تسلی اور راحت کا سامان کرو۔ جب تک اس میں سے کچھ بھی موجود ہے میں گھر نہیں جاؤں گا۔ جب نماز عشاء ہو گئی تو کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بنا؟ مَیں نے عرض کیا کہ مال پڑا ہوا ہے کوئی لینے ہی نہیں آیا۔ تو حضورؐ نے وہ رات مسجد میں گزاری۔ اور جب دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کی تو پھر پوچھا کہ بلال مال کا کیا بنا۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اللہ نے آپؐ کو اس مال سے بے فکر کر دیا ہے"۔ یعنی سب تقسیم ہو گیا ہے۔ "اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور اس کا شکر ادا کیا"۔ کہ سب مال تقسیم ہو گیا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین)

اب دیکھیں آپؐ لوگوں کے لئے کوئی معمولی قرض نہیں لے رہے۔ بلکہ وہ اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے بھی اونٹوں پہ جو مال لد کے آیا ہے اس سے ادائیگی ہو رہی ہے۔ اور پھر جب اس میں سے کچھ بچ گیا تو پھر یہ خیال نہیں آیا کہ بچ گیا ہے اس کو رکھ لیا جائے۔ آئندہ جب کوئی آئے گا تو دے دیں گے یا اپنی ضرورتوں کے لئے استعمال ہو جائے گا۔ نہیں، بلکہ فرمایا کہ مَیں اس وقت تک گھر نہیں جاؤں گا جب تک جو مال بھی پڑا ہے تقسیم نہ ہو جائے۔ ضرورت مند تلاش کرو اور ان میں تقسیم کر دو۔

پھر ایک روایت ہے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین سے واپسی کے موقع پر کچھ بدو آپؐ کے پیچھے پڑ گئے۔ وہ بڑے اصرار سے سوال کر رہے تھے۔ جب آپؐ انہیں دینے لگے تو انہوں نے اتنا رش کیا کہ آپؐ کو مجبوراً ایک درخت کا سہارا لینا پڑا۔ حتیٰ کہ آپؐ کی چادر بھی چھین لی گئی۔ آپؐ نے فرمایا میری چادر تو مجھے واپس دے دو۔ پھر کیکروں کے بہت بڑے جنگل کی طرف اشارہ کیا (ایک درختوں کا جنگل تھا) آپؐ نے فرمایا اگر اس وسیع جنگل کے برابر بھی میرے پاس اونٹ ہوں تو مَیں ان کو تقسیم کرنے میں خوشی محسوس کروں گا۔ اور تم مجھے کبھی بخل سے کام لینے والا، جھوٹ بولنے والا یا بزدلی دکھانے والا نہیں پاؤ گے۔

(بخاری کتاب الفرض الخمس باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفۃ قلوبھم)

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کا واسطہ دے کر مانگا جاتا تو آپؐ حسب استطاعت ضرور دیتے۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور آپؐ نے اس کو بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ دیا کہ دو پہاڑوں کے درمیان کی وادی بھر گئی۔ جب وہ بکریاں لے کر اپنی قوم میں واپس آیا تو آ کر کہا کہ اے لوگو! اسلام قبول کر لو۔ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو اس طرح دیتے ہیں جیسے غربت و احتیاج کا انہیں کوئی ڈر ہی نہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائہ ﷺ)

ایک اور روایت ہے کہ جب آپؐ اس طرح لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے تو اس دنیا حاصل کرنے کی وجہ سے لوگ ایمان لے آیا کرتے تھے۔ اسلام قبول کر لیا کرتے تھے۔ لیکن جب ایمان حاصل ہو جاتا تھا اسلام قبول کر لیتے تھے تو پھر ان کو مال سے زیادہ اسلام پیارا ہوتا تھا اور پھر وہ بھی قربانیوں میں لگ جایا کرتے تھے۔

پھر غزوہ حنین کے دن ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو سو اونٹ دیئے، پھر سو اونٹ دیئے، پھر

لیڈیز کپڑے کی مکمل کولیکشن

اب آپ سے صرف ایک Click دور!

انٹرنیٹ سے ابھی چوائس کریں اور پوری دنیا میں گھر بیٹھے ڈیلوری پائیں

www.woostyles.co.uk

Terms and Conditions applied

مزید سو اونٹ دیئے۔ یعنی تین سو اونٹ دیئے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے سب سے زیادہ نفرت تھی۔ لیکن اس عنایت اور عطا نے میرے بُغض کو محبت میں بدل دیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائہ)

پھر حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ نے ایک سخت کھردرے کناروں والی چادر اوڑھ رکھی تھی کہ ایک بدّو آیا۔ اس نے چادر سے پکڑ کر بڑی زور سے اپنی طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی چادر سے آپؐ کے کندھوں پر نشان پڑ گئے۔ پھر اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان دو اونٹوں پر اللہ کے اس مال میں سے لدوا دو جو تیرے پاس ہے۔ اور جو مال تم مجھے دو گے وہ مال تمہارا یا تمہارے باپ کا نہیں ہے۔ آپؐ اس کی یہ بات سن کر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ مال تو اللہ کا مال ہے اور مَیں اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے اعرابی جو سلوک تم نے میرے ساتھ کیا ہے یعنی یہ چادر کھینچی ہے اس کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ بدّو کہنے لگا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ اس لئے کہ آپؐ کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔ اس پر آپؐ مسکرا دیئے اور پھر آپؐ نے ایک شخص کو فرمایا کہ اس کو ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دو۔

(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، علامہ قاضی عیاض ، طبع دارالفکر بیروت 2003ء)

اب دیکھیں مانگنے والے کی کرختگی اور اجڈ پن لیکن آپؐ نے اس کو سامان دینے سے انکار نہیں کیا۔ یہ فرمایا کہ یہ جو جاہلانہ رویہ تم نے اختیار کیا ہے اور چادر کھینچی ہے اس کی سزا تمہیں ملے گی۔ اور یہ بھی شاید مذاق میں ہی کہا ہو۔ لیکن اس بدو کے جواب پر کہ آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تو آپؐ فوراً مسکرا دیئے۔ اور یہ آپؐ کی نرم طبیعت ہی تھی جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بدو لوگ آپؐ سے اس طرح مخاطب ہوا کرتے تھے۔ ورنہ کب کوئی کسی دنیادار حاکم کے سامنے اس طرح رویہ اختیار کر سکتا ہے۔

ایک مرتبہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا۔ نماز کھڑی ہونے لگی تھی۔ آپؐ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری ایک معمولی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے، خوف ہے کہ مَیں اس کو بھول نہ جاؤں۔ آپؐ اسے پورا کر دیجئے۔ چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی ضرورت پوری کر کے واپس آئے اور پھر نماز پڑھائی۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ 484)

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس درہم تھے۔ کپڑے کا تاجر آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چار درہم میں ایک قمیص خریدی۔ وہ چلا گیا تو آپؐ نے وہ قمیص زیب تن فرمائی اور پہن لی۔ اچانک ایک حاجت مند آیا اس نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپؐ مجھے قمیص عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ آپؐ کو جنت کے لباس میں سے کپڑے پہنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی نئی قمیص اتار کر اسے دے دی۔ پھر آپؐ دکاندار کے پاس گئے اور اس سے ایک اور قمیص چار درہم میں خرید لی۔ تو آپؐ کے پاس ابھی دو درہم باقی تھے۔ راستے میں آپؐ کی نظر ایک لونڈی پر پڑی جو بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں روتی ہو، کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے مالکوں نے دو درہم کا آٹا خریدنے کے لئے بھیجا تھا اور وہ مجھ سے کہیں گر گئے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دو درہم اسے دیئے کہ جاؤ آٹا خرید لو۔ پھر بھی وہ روتی جا رہی تھی۔ پھر آپؐ نے پوچھا اب کیوں روتی ہو؟ تو کہنے لگی کہ اس خوف سے کہ گھر والے دیر ہونے کی وجہ سے سزا نہ دیں۔ تو اس پر آپؐ اس بچی کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے سلام کیا۔ پھر دوبارہ سلام کیا۔ پھر تیسری دفعہ سلام کیا۔ تو پھر گھر والوں نے جواباً وعلیکم السلام کہا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے پہلی بار سلام نہیں سنا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! سن لیا تھا۔ لیکن ہم چاہتے تھے کہ آپؐ ہمیں اور زیادہ سلام کریں۔ ہمارے ماں باپ تو آپؐ کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس لونڈی پر ترس آیا کہ کہیں تم اسے دیر سے آنے کی وجہ سے مارو نہ۔ اس لئے مَیں اس کے ساتھ چلا آیا ہوں۔ تو یہ سن کر لونڈی کے مالک نے کہا ہم اللہ کی خاطر اس کو آزاد کرتے ہیں کیونکہ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ اس پر آپؐ نے انہیں جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ دیکھو دس درہموں میں اللہ تعالیٰ نے کتنی برکت ڈال دی ہے۔ اپنے نبی کو قمیص پہنا دی اور اس کے ذریعہ سے ایک انصاری شخص کو قمیص پہنا دی۔ اور پھر اس کے ذریعہ سے ایک گردن بھی آزاد کرا لی۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 13 باب فی جودہ ﷺ) ۔ تو آپؐ لوگوں کی ضرورتیں پوری کر کے خوش ہوا کرتے تھے۔ تو ایک آزادی ملنے پر تو خوشی کی انتہا نہیں تھی کہ کوئی غلام آزاد ہو جائے۔

پھر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال لایا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ مسجد میں اس کا ڈھیر لگا دو اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لایا گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے مسجد تشریف لائے تو مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سارا مال تقسیم فرما دیا اور ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔ اور اس وقت کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جسے کچھ نہ کچھ ملا نہ ہو۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو نے ایک دفعہ آکر اپنی ضرورت سے متعلق سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب حال جو میسر تھا اسے عطا فرما دیا۔ وہ اس پر سخت ناراض ہوا کہ میری ضرورت پوری نہیں ہو رہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑی بے ادبی کے کلمات کہے۔ تو صحابہ کرام کو اس پر بڑی غیرت آئی اور اس کی طرف مارنے کے لئے بڑھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا۔ اور آپؐ اس بدو کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئے۔ اور اس کو وہاں کھانا وغیرہ کھلایا، خاطر تواضع کی اور اس کو مزید انعام واکرام سے نوازا۔ اور پھر اس سے پوچھا کہ کیا تم اب راضی ہو۔ تو وہ خوش ہو کر بولا کہ اب تو مَیں کیا میرے قبیلے والے بھی آپؐ سے راضی اور خوش ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میرے صحابہ کے سامنے جا کر بھی یہ اظہار کر دو۔ کیونکہ تم نے ان کے سامنے میرے ساتھ سخت کلامی کر کے ان کی دلآزاری کی تھی۔ اور جب اس نے صحابہ کے سامنے بھی اسی طرح اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا: میری مثال اس اونٹ کے مالک کی طرح ہے جو اپنے اڑیل اونٹ کو بھی قابو کر لیتا ہے۔ مَیں سخت مزاج لوگوں کو بھی محبت سے سدھا لیتا ہوں۔

(مجمع الزوائد باب فی حسن خلقہ وحیائہ وحسن معاشرتہ جلد 9 صفحہ 15)

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں قبائیں تقسیم فرمائیں اور ایک نابینا صحابی تھے، مخرمہ، ان کو کوئی قبا نہ دی۔ وہ وہاں موجود نہیں تھے۔ تو وہ اپنے بیٹے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیٹے کو اندر بھیجا کہ جاؤ اور جا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کے آؤ کہ میں باہر آیا ہوں، باہر تشریف لائیں۔ اس پہ وہ اندر گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا کہ وہ نابینا صحابی مخرمہ آئے ہیں تو آپؐ باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں ایک قبا تھی اور آپؐ نے فرمایا: ’اے مَخْرَمہ! خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ‘ کہ اے مخرمہ! مَیں نے قبا تمہارے لئے سنبھال کے رکھی ہوئی تھی۔

تو دیکھیں غریب اور نابینا صحابی کو بھولے نہیں۔ بلکہ سامان ایسا آیا ہوتا تھا رش ہوتا تھا کاموں کا بوجھ ہوتا تھا تو بھول بھی جاتے تو ایسی کوئی حرج کی بات نہیں تھی۔ لیکن اس کے لئے بھی حصہ نکال کر رکھا کہ وہ آئے گا اور اس کو دینا ہوگا۔

پھر حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور پھر اس کے بدلے میں لوٹاتے بھی تھے۔ جب آپؐ تحفہ لیتے تو لوٹایا بھی کرتے تھے۔ اور بڑھ کر لوٹایا کرتے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر بھی روایات میں آتا ہے کہ جب قبائل گروہ در گروہ آنے شروع ہوئے اور آپؐ کے لئے تحائف لے کے آتے تھے تو آپؐ بڑھ کر ان کو تحائف لوٹایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب البیوع)

پھر حضرت ربیعہ بنت مُعَوَّذؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھے میرے والد مُعَوَّذ بن عَفْرَاء نے تازہ کھجوروں کا ایک طشت اور کچھ ککڑیاں دیں کہ حضورؐ کی خدمت میں تحفہ کے طور پر لے جاؤ۔ تو کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئی چھوٹی ککڑیاں حضور کو بہت پسند تھیں۔ اس زمانے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے علاقے سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے تو آپؐ نے کھجوروں اور ککڑیوں کا تحفہ لے کے مجھے مٹھی بھر زیور عطا فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں تو یہ بھی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بھر کر سونے کے زیور ربیعہ کو دیئے اور فرمایا یہ زیور پہن لو۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر 9 صفحہ 13 باب فی جودہ ﷺ)

تو یہ تھا آپؐ کی سخاوت کا انداز کہ کھجوروں اور ککڑیوں کے بدلے میں سونا عنایت فرما رہے ہیں۔ یہ نہیں خیال آیا کہ معمولی سا تحفہ کسی نے مجھے بھیجا ہے، غریب آدمی ہے تو چلو کوئی معمولی سی چیز اس کو لوٹا دی جائے یا اس سے بہتر چیز اس کو لوٹا دی جائے۔ نہیں۔ بلکہ اس کے بدلے میں آپؐ نے سونا عنایت فرمایا۔ اب ان سخاوت کے نظاروں کی مثال دنیا میں ہمیں کہاں نظر آتی ہے؟ سوائے آنحضرت صلی اللہ

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

علیہ وسلم کی زندگی کے۔

پھر ایک اور روایت میں حضرت محمد بن حصین بن سواء اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ لائیں۔ آپؐ کی ازواج مطہرات نے اسے قبول نہ کیا۔ (اس وقت کوئی وجہ ہوگی) بہرحال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ لگا تو آپؐ نے حکم دیا اور انہوں نے رکھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے میں انہیں ایک وادی عطا فرمائی۔ (المعجم الأوسط جلد 8 صفحہ 250)۔ ایک بہت بڑا رقبہ عطا فرمایا چھوٹے سے تحفے کے بدلے میں۔

پھر آپؐ اپنے سے قریبیوں سے تعلق رکھنے والوں کا بھی خوب خیال رکھا کرتے تھے، نوازا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی تحفہ آتا تھا تو فرمایا کرتے تھے کہ یہ فلاں عورت کو دے آؤ کیونکہ وہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوست تھی اور فلاں کو بھی دے آؤ کیونکہ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیار کرتی تھی۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 4 صفحہ 193)

عموماً یہی ہوتا تھا کہ آپؐ کسی کو نوازنے کے لئے ذرائع تلاش کرتے تھے کہ کس طرح اس کو فائدہ پہنچایا جائے۔ ہوسکتا ہے بعض دفعہ بعض حالات کا علم ہو جانے کے بعد بھی یہ نوازشات ہوتی ہوں۔

روایات میں آتا ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے ایک چیز خریدتے اور پھر قیمت چکا دینے کے بعد، وہی چیز اس کو بطور عطیہ واپس فرما دیتے۔ بطور تحفہ کے واپس دے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے ایک اونٹ خریدا اور پھر اسی وقت اسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیا۔ ان کے بیٹے کو وہ اونٹ تحفے کے طور پر دے دیا۔

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ 282)

پھر ایک اور روایت میں آتا ہے۔ جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں غزوہ سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے فرمایا جو کوئی آگے بڑھ کر گھر والوں کو پہلے ملنا چاہے وہ تیزی سے روانہ ہو کر گھر پہنچ جائے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم جلدی سے آگے بڑھے۔ مَیں کالے سرخ بے داغ اونٹ پر سوار تھا اور لوگ مجھ سے پیچھے رہ گئے۔ یکا یک میرا اونٹ اڑ گیا، چلنے سے رک گیا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ تک پہنچ گئے۔ تو فرمایا کہ اے جابر! اپنا اونٹ مضبوطی سے تھام اور پھر آپؐ نے اس کو ایک چابک ماری تو وہ چل پڑا اور دوسروں سے آگے نکل گیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر! کیا تو اپنا اونٹ بیچتا ہے۔ مَیں نے کہا ہاں بیچوں گا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف لے گئے۔ مَیں آپؐ کے پاس گیا اور اونٹ کو باندھ دیا اور مَیں نے عرض کی کہ آپؐ کا اونٹ حاضر ہے۔ آپؐ باہر نکلے اور اونٹ کے گرد پھرنے لگے۔ اس کو دیکھا۔ پھر فرمایا یہ ہمارا او نٹ ہے۔ پھر آپ نے اس اونٹ کی قیمت کئی اوقیہ سونا ادا فرمائی۔ اور پھر جس کے ہاتھ یہ قیمت بھجوائی تھی اس کو یہ فرمایا کہ یہ جابر کو دے دو۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم نے قیمت وصول کر لی ہے۔ تو جابر نے کہا ہاں یا رسول اللہ!۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ رقم بھی تمہاری ہے اور یہ اونٹ بھی تمہارا ہے۔ دونوں چیزیں تم لے جاؤ۔

(بخاری کتاب الجہاد باب من ضرب دابۃ غیرہ فی الغزو)

دنیا کے مال کی آپؐ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں تھی اور آپؐ کی ہر وقت یہ خواہش ہوتی تھی کہ جو بھی مال آئے میں لوگوں میں تقسیم کر دوں۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں جا رہا تھا۔ تو سامنے اُحد پہاڑ تھا۔ اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا آ جائے تو مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ اس پر تیسرا دن چڑھنے سے پہلے پہلے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں اور ایک دینار بھی اپنے پاس بچا کے نہ رکھوں۔ سوائے اس کے کہ جو مَیں قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لوں اور سارا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ آپ نے دائیں بائیں، آگے پیچھے

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرح سارا مال دے دوں۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ زیادہ مالدار ہیں قیامت کے دن وہ گھاٹے میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جو اس طرح دائیں اور بائیں، آگے پیچھے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔

(بخاری کتاب الرقاق باب قول النبیﷺ ما یسرنی ان عندی مثل احد ذھبا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور جنت کے بھی قریب اور لوگوں کے بھی قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ جبکہ بخیل انسان، (کنجوس انسان) اللہ سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے اور دوزخ سے قریب ہوتا ہے۔ اور جاہل سخی، بخیل عبادت کرنے والے کی نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی کتاب البر باب ما جاء فی السخاء)۔ یعنی ایک جاہل انسان ہو لیکن سخاوت کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اُس کے جو بڑا اعبادت گزار بھی ہو لیکن کنجوس ہو۔

یہ تھی وہ تعلیم جس کے مطابق آپؐ نے اپنی تمام عمر گزاری۔ آپؐ کی جود وسخا کے بے تحاشا واقعات ہیں لیکن بیان نہیں ہو سکتے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اخلاقِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا موقع میں اچھی طرح کھل گئے اور امتحان کئے گئے اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہوگئی۔ اور جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار فتوحات اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا سے متعلق تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں روشن و تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضر ت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کبھی کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہو گئے ہوں''۔ آنحضرتؐ کو دنیا سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اور یہ ایسے اخلاق تھے جو آپ میں تمام پہلے نبیوں سے بڑھ کر تھے۔ ''کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ کوئی عمارت بنائی نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر ایک بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔ اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔ اور اس دن سے جو ظہور فرمایا تا اس دنیا تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے بجز اپنے مولا کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔

فرمایا: ''غرض جُود اور سخاوت اور زہد اور قناعت اور مردی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو اخلاق فاضلہ ہیں وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثال نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ نمبر 11 صفحہ 260-263)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''............ دولت سے دل نہ لگانا۔ دولت سے مغرور نہ ہونا، دولت مندی میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جود اور بخشش کا دروازہ کھولنا۔ اور دولت کو ذریعہ نفس پروری نہ ٹھہرانا اور حکومت کو آلہ ظلم وتعدی نہ بنانا، یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحب دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے۔ اور اسی وقت بپایہ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لئے دولت و اقتدار دونوں میسر ہوں''۔

فرمایا: ''اور اس بارے میں سب سے اول قدم حضرت خاتم الرسل، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہو گئیں۔ اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاق فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہو گئے۔ اور مضمون ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم﴾ کا بپایہ ثبوت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دونوں طور پر علیٰ وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ آنجناب نے ان کی نبوت اور ان کی کتابوں کو تصدیق کیا۔ اور ان کا مقرب اللہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔

(براہین احمدیہ صفحہ 266-282 حاشیہ نمبر 11)

الوصیت میں بیان فرمودہ ۱۹ نصائح پر ایک طائرانہ نظر

(انور محمود خان ۔ امریکہ)

''الوصیت'' 32 صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے مگر گہرے مضامین کا ایک بے کنار سمندر۔ کیا شان ہے تحریر کی، کیا بلاغت ہے کلام کی، کیا لطیف انداز ہے بیان کا کہ جتنی مرتبہ اس کا مطالعہ کریں روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور اس کے معارف میں ڈوب کر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پہلے چند صفحات میں قوانینِ قدرت کا بیان ہے جو عالمِ روحانی میں جاری و ساری ہیں۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات اور ایک موصی کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو تدریجاً بیان کیا گیا ہے۔ کس طرح خدا تعالیٰ کے نبی خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلفاء اور پھر وہ تمام نفوس جو نظامِ وصیت میں شامل ہیں ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔ اور ان سب کو باندھنے والی قدر مشترک روح القدس ہے جس کے ذریعہ سے نورِ خدا درجہ بدرجہ ہر ایک وصیت کرنے والے کے حصہ میں اپنی استطاعت کے مطابق سرایت کر جاتا ہے۔ اور حضور اقدس علیہ السلام نے اس انتشار روحانیت کو اپنے آنے کا مقصد بلکہ تقدیر الٰہی قرار دیا۔

آیئے ان پاکیزہ تحریرات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور پھر یکجائی طور پر جمع کر کے مطالعہ کریں اور اس شاندار روحانی ربط و ترتیب سے لذت اٹھائیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ (المجادلہ:22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجّت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے اسی طرح قوی نشانوں کے ساتھ اس کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ کر دیتا ہے''۔

ان چند کلمات میں عالمِ روحانی میں جاری و ساری قانون کی نشاندہی فرمائی گئی ہے اور دو اہم امور اس بابت بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل یہ کہ ازل سے اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ اس کے فرستادے ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور ان کے وجودوں سے دنیا قدرتِ خداوندی کے نظارے مشاہدہ کرتی ہے۔ انتہائی نامساعد حالات اور بعید از قیاس مشکلات کے باوجود ہمیشہ انبیاء ہی غلبہ پاتے ہیں۔ اور دوئم یہ کہ ایک گروہ کبیر اس نورِ نبوت سے حصہ لے کر اپنی زندگیوں میں ایک پاکیزہ انقلاب لاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایک ذاتی رشتۂ الفت استوار کرتا ہے اس طور پر یہ گروہِ صالحین نبی کی حقانیت کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے۔ اور یہی درحقیقت غلبہ کی حقیقی تعریف ہے۔

جس طرح عالم ظاہری میں سورج اپنی تمازت اور انتشار نور میں اپنی مثال آپ ہے اور ایک نابینا بھی اس کے وجود سے منکر نہیں ہو سکتا۔ اِسی طرح انبیاء علیہم السلام عالم روحانی کے سورج ہوتے ہیں اور اپنے وجود سے سارے ماحول کو بقعہءنور بنا دیتے ہیں۔ یہی انتشار روحانیت نبی کی حقانیت پر ایک دلیل محکم ہے۔ اس کے بعد بیان کو جاری رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔''

ان فقرات میں خلافتِ حقہ کی تعیین کی گی اور ان کو قدرت ثانیہ کا مظہر قرار دیا۔ یہ کیسے ہوگا؟ اس کی نشاندہی بھی فرما دی چنانچہ فرمایا:

''اور جب تک کوئی روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو ''یعنی خلیفہء برحق وہ وجود ہوں گے جو روح القدس سے کھڑے کئے جائیں گے اور اس طور پر جماعت مومنین کو یہ تسلّی دلائی کہ وہ نورِ خدا جس سے نبی نے حصّہ پایا وہی الٰہی تصرف سے ان مظاہر قدرتِ ثانی میں جلوہ گر ہوگا۔ بالفاظ دیگر وہ بھی اسی طرح کامیاب و مظفر و منصور ہوں گے جس طرح خدا کے فرستادے ہوئے۔ اس طور پر وہ سلسلۂ روحانی کی دوسری کڑی ہوں گے۔

اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سوتم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔''

روح القدس کے نزول کا یہ ذکر یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ اگلے فقرے ہی سے ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا ہے ایک تیسری کڑی کی جھلک نظر آتی ہے۔

چنانچہ فرمایا:

''اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کو پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو بجز روح القدس حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔''

یعنی ہم موصیان وہ گروہِ خوش نصیب ہیں جو ان نصائح پر عمل پیرا ہو کر اس روح القدس سے بقدر استطاعت حصہ لے سکتے ہیں جس سے خدا کے نبی اور خلفاء معمور ہوئے۔ جیسا کہ یہ الفاظ جو حضور علیہ السلام نے ان نصائح کے بعد تحریر فرمائے:

''تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو تو دیکھو مَیں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔''

اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ''ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں''۔

آیئے اب یہ مطالعہ کرتے ہیں کہ اس روح القدس سے حصہ پانے کی کونسی راہیں ہیں جو زمانے کے امام نے ہمیں اس مختصر رسالہ میں سمجھائیں۔

''1۔ نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔

2۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔

3۔ خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضبِ الٰہی ہو۔

4۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔

5۔ اگر تم صاف دل ہو کر اسی کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

6۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذت چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اسکی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔

7۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔

8۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جسکو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ وہ اگر نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔

9۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔

10۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھر بھی ملونی اپنی اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔

11۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مرجاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔

12۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائیگی۔

13۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔

14۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔

15۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔

16۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔

17۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔

18۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

19۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

کا قدم ہے''۔

حضرت مسیحِ موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی وحی اور متواتر اخبارِ غیبیہ کی روشنی میں ایک قطعۂ زمین وقف کر کے قبرستان کے قیام کا اہتمام فرمایا اور اس کے لئے تین مرتبہ جنابِ الٰہی میں یوں التجا فرمائی۔

1۔ ''اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول ﷺ کے اصحاب کی طرح وفا داری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین

2۔ پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کے اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین

3۔ پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادے پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جس سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے ہیں اور تیرے فرستادے سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین

ہمارے آقا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم/اگست ۲۰۰۴ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ میں خطاب کرتے ہوئے یہ اپیل کی:

''پس غور کریں، فکر کریں، جو سستیاں اور کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان پر استغفار کرتے ہوئے اور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد اس نظامِ وصیت میں شامل ہو جائیں اور اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اللہ کے فضلوں سے بھی حصہ پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے''

آیئے ہم سب سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلد از جلد نظامِ وصیت میں شمولیت اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ہماری مدد فرمائے آمین۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

بقیہ: تاریخ احمدیت سے 1905ء کے اہم واقعات از صفحہ نمبر 4

کافی دوست اکٹھے ہو گئے اور شام کا کھانا جماعت امرتسر کی طرف سے ہی اسٹیشن پر پیش کیا گیا۔

(حیات طیبہ صفحہ ۲۹۹)

حضور کے اہل بیت اور خادمات کے علاوہ مندرجہ ذیل خدام کو آپ کے ہمسفر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ (۱) مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی (۲) سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مالک ساجن کوٹھی مدراس (۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن شاہ پور (۴) مولوی عبدالرحیم صاحب میرٹھی (۵) مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر (۶) خلیفہ رجب الدین صاحب لاہوری (۷) شیخ غلام احمد صاحب نومسلم (۸) بابو نورالدین صاحب کلرک ڈاکخانہ (۹) شیخ حامد علی صاحب (۱۰) شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم۔ مخلصین حضور کی مشایعت میں دور تک ساتھ آئے۔ اور بعض طالبعلم تو حضرت اقدس کی سواری کے ساتھ ساتھ بٹالہ تک دوڑتے چلے گئے۔

حضرت اقدس کی روانگی کی خبر کسی طرح سیکھواں بھی پہنچ گئی تھی اور وہاں سے میاں جمال دین صاحب سیکھوانی اور منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی پٹواری بھی شرف زیارت کے لئے آ گئے...... حضرت اقدس دس بجے کے بعد بٹالہ پہنچے...... روانگی سے پہلے صرف دہلی روانگی کا تار دیا گیا۔ کیونکہ کچھ عرصہ قبل جبکہ احباب کو حضور کے سفر دہلی کی اطلاع ملی پھگواڑہ، پھلور، لدھیانہ کے سٹیشنوں پر کئی کئی دن تک خدام حاضر رہے اور آخر انتظار کے بعد بنگہ ضلع جالندھر کی جماعت قادیان میں آ پہنچی تھی۔ حضرت اقدس نے اسی بنا پر کسی اور جگہ اطلاع دینے کی اجازت نہ دی۔ کپورتھلہ سے منشی ظفر احمد صاحب اور منشی اروڑا خاں صاحب اور ڈاکٹر فیض قادر صاحب حاضر ہوئے۔ جماعت امرتسر کے مخلص فرد ڈاکٹر عباداللہ صاحب کو خبر ہوئی۔ وہ دوڑے ہوئے سٹیشن پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۲۳)

رات کو نو بجے گاڑی امرتسر کے اسٹیشن سے روانہ ہوئی اور قریباً ساڑھے تین بجے صبح دہلی پہنچی۔ راستہ کے اسٹیشنوں پر احباب جماعت حضور سے ملاقات کرتے رہے۔ مگر جب لدھیانہ کے احباب اپنے محبوب آقا کی ملاقات کیلئے اسٹیشن پر پہنچے تو حضرت اقدس کی آنکھ لگ چکی تھی۔ اس واسطے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت اقدس کو جگانے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے دوست ملاقات نہ کر سکے۔ دہلی پہنچ کر جب حضرت اقدس کو پتہ لگا تو فرمایا کہ واپسی پر ہم لدھیانہ میں ضرور قیام کریں گے۔ دہلی میں حضور نے چتلی قبر میں الف خاں کے مکان پر قیام فرمایا۔

(حیات طیبہ صفحہ ۲۹۹)

دہلی پہنچ کر حضرت اقدس کو خیال آیا کہ اگر مولوی نورالدین صاحب کو دہلی بلا لیا جائے تو بہتر رہے گا۔ مولوی صاحب کو تار دلوا دی۔ ۲۸/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ اسی حالت میں فوراً چل پڑے۔ نہ گھر گئے، نہ لباس بدلا، نہ بستر لیا اور نہ کوئی اور تیاری کی۔ بلکہ یکّہ کی بھی انتظار نہیں کی۔ سیدھے بٹالہ کی طرف پیدل ہی چل پڑے۔ دوستوں کو جب آپ کے اس طرح بغیر ساز و سامان کے عازم سفر ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے ضروری سامان آپ کو بٹالہ کے رستہ میں ہی پہنچا دیا۔ ۲۹/اکتوبر کو آپ دہلی اپنے امام کے حضور پہنچ گئے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۳۰۰)

زیارت قبور (۲۴/اکتوبر ۱۹۰۵)

صبح حضرت مسیح موعودؑ مردانہ مکان میں تشریف لائے دہلی کی سیر کا ذکر درمیان میں آیا۔ فرمایا: لہو و لعب کے طور پر پھرنا درست نہیں البتہ یہاں بعض بزرگ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں۔ ان پر ہم بھی جائیں گے۔ حاضرین نے یہ نام لکھائے (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) خواجہ نظام الدین صاحب (۳) جناب قطب الدین صاحب (۴) خواجہ باقی باللہ صاحب (۵) خواجہ میر درد صاحب (۶) جناب نصیرالدین صاحب چراغ دہلی۔

چنانچہ گاڑیوں کا انتظام کیا گیا اور حضرت بمعہ خدام گاڑیوں میں سوار ہو کر سب سے اول حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر پہنچے۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کی۔ راستہ میں حضرت نے زیارت قبور کے متعلق فرمایا:

''قبرستان میں ایک روحانیت ہوتی ہے اور صبح کا وقت زیارت قبور کے لئے ایک سنت ہے۔ یہ ثواب کا کام ہے اور اس سے انسان کو اپنا مقام یاد آ جاتا ہے۔ انسان اس دنیا میں مسافر ہے آج زمین پر ہے تو کل زمین کے نیچے ہے۔''

اس موقعہ پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! قبر پر کیا دعا کرنی چاہئے؟ فرمایا کہ صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہئے اور اپنے واسطے بھی خدا سے دعا مانگنی چاہئے۔

(حیات طیبہ صفحہ ۲۹۹)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:۔ خواجہ باقی باللہ کے مزار پر جب ہم پہنچے تو وہاں بہت سی قبریں ایک دوسرے کے قریب قریب اور اکثر زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں میں نے غور سے دیکھا کہ حضرت اقدس نہایت احتیاط سے ان قبروں کے درمیان چلتے تھے تا کہ کسی کے اوپر پاؤں نہ پڑے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۵۸۸، ۵۸۹)

جب آپ دہلی کے مزارات وغیرہ پر جانے کے ارادہ سے نکلے۔ کسی نے بیان کیا کہ حضور اس طرف راستہ میں اس قدر گداگر ہوتے ہیں کہ گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آج ہم چلتے ہیں ہم سب کو دیں گے۔ یہ معمولی عزم اور حوصلہ نہ تھا۔ آپ حقیقت میں اس امر کے لئے تیار تھے کہ جو کوئی بھی مانگے گا اسے دیں گے۔ جس کثرت سے گداگروں کا ہونا بتایا گیا تھا اس قدر تو ملے نہیں۔ بعض ملے اور ہر ایک نے اپنے سوال کا جواب عملی طور پر حاصل کر لیا۔

(سیرت مسیح موعود صفحہ ۳۱۸)

حضور ۲۶/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بیٹے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے مزاروں پر تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی نسبت فرمایا کہ یہ بزرگ صاحبِ کشف و کرامت تھے۔

حضرت اقدس نے ۲۸/اکتوبر کو اپنی قیامگاہ پر ظہر سے لے کر عصر تک ایک تقریر فرمائی۔ اور دس دوست بیعت میں داخل ہوئے۔

۲۹/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو صبح کے وقت حضور سلطان محبوب سبحانی نظام الدین اولیاء کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں ہی امیر خسرو کی قبر بھی تھی۔ حضور نے دونوں قبروں پر دعا کی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب بڑے اصرار کے ساتھ حضور کو اپنے حجرے میں لے گئے اور ایک کتاب بنام ''شواہد نظامی'' پیش کی۔ حضرت اقدس اور حضور کے خدام کی چائے سے تواضع کی۔

اسی روز نماز ظہر کے بعد میرٹھ اور بلب گڈھ کے چند دوستوں نے بیعت کی۔ جس کے بعد حضرت اقدس نے ایک لمبی تقریر فرمائی۔

(حیات طیبہ صفحہ 301)

۳۱/اکتوبر کو حضور کی طبیعت ناساز رہی۔

یکم نومبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں لمبی دعا کی۔ فرمایا:۔

''ہم تو حضرت بختیار کاکیؒ، نظام الدین اولیاء، حضرت شاہ ولی اللہ شاہ صاحب وغیرہ کی قبروں پر جانا چاہتے ہیں۔ دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمین کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے ہیں نہ ملاقات کے قابل ہیں۔ اس لئے جو اہل دل لوگ ان میں سے گزر چکے ہیں اور زمین کے اندر مدفون ہیں۔ ان سے ہی ہم ملاقات کر لیں تا کہ بدُوں ملاقات تو واپس نہ جائیں۔ میں ان بزرگوں کی یہ کرامت سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قسی القلب لوگوں کے درمیان بسر کی۔ اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جو ان لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔''

(باقی آئندہ شمارہ میں)

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

غانا اور قومی مصالحتی کمیشن

(فهیم احمد خادم ۔مبلغ غانا)

آج کی دنیا میں بسا اوقات ایک مخصوص طبقہ دوسرے طبقہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتا ہے ۔اس سے نفرتیں جنم لیتی اور بغض اور کینہ پرورش پاتا ہے۔انسانی حقوق کی پامالی پر مظلوم طبقہ نفسیاتی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔حق اور راستی، ظلم اور جبر تلے دب جاتے ہیں۔حق کیا تھا اور جھوٹ کیا؟ یہ احساس کلیّۃً مٹ جاتا ہے۔

انسانی حقوق کی پامالیوں پر باہمی مصالحت کرنے کے لئے مصالحاتی کمیشن قائم کئے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد سچائی کی جستجو کرنا، کسی حد تک پُرانے زخموں پر مرہم رکھنا اور متاثرین کو تسلّی و تشفی دینا ہوتا ہے۔ایسے کئی کمیشن دُنیا میں معرضِ وجود میں آچکے ہیں جیسے چلّی، ارجنٹینا ،سیرالیون ،نائیجیریا اور جنوبی افریقہ وغیرہ سمیت ۲۱ ممالک میں ایسے کمیشن بنے اور حال ہی میں غانا میں بھی ایسا کمیشن وجود میں آیا۔

تجربہ سے یہی ثابت ہوا ہے کہ ایسے commissions میں معاملات کی حقیقت واضح ہوئی۔ ہزار ہا لوگوں میں سے جنہوں نے آکر گواہیاں دیں اور اپنے کیس پیش کئے ان میں شاذ ہی ہے کہ کسی نے بدلہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہو۔اکثریت کے نزدیک سب سے اہم اور قابلِ ستائش امر یہ تھا کہ ان کے عزیزوں اور پیاروں کی یادوں پر کوئی داغ یا دھبہّ نہ رہ جائے اور انکی یادوں کو ہمیشہ کی طرح بھلا نہ دیا جائے اور ایسے ناشائستہ امور دوبارہ ظہور پذیر نہ ہوں۔ ایسے کمیشن کو Truth & Reconciliation commission بھی کہا جاتا ہے۔جہاں سچائی کے حصول کے ساتھ ساتھ مصالحت بھی کرائی جاتی ہے۔

آج کی دُنیا میں ،عام حکومتوں میں بالعموم اور خاص طور پر جب اقتدارِ حکومت جمہوریت سے ڈکٹیٹر شپ کی طرف منتقل ہو تو انسانی حقوق کی بے انتہا پامالی ہو جاتی ہے۔ان مسائل کا حل ''مصالحاتی کمیشن'' کا قیام سمجھا جاتا ہے ۔Priscilla Hayner (نیویارک میں قائم انٹرنیشنل سنٹر فار ٹرانزیشنل جسٹس کے ایک سینئیر ممبر) اپنی کتاب Unspeakable Truths:Confronting state Terror and Atrocity (2001)' میں ایسے کمیشنز کے بارہ میں لکھتا ہے:

ان کمیشنز کے کئی ایک مقاصد ہو سکتے ہیں مثلاً

1. متاثرین تک رسائی ممکن ہو۔
2. کیسوں کے لئے ضروری دستاویزات اور امدادی مواد کی تیاری۔
3. متنازعہ کیسوں میں مستحکم بنیادوں پر قائم ٹھوس نتیجہ پر پہنچنا۔
4. قوم کو ملکی سطح پر Healing کے عمل سے گزارنا۔
5. متاثرین کو اظہارِ خیال کا موقع فراہم کرنا۔
6. انصاف کی فراہمی۔
7. اصلاحات کے خدوخال واضح کرنا۔

غانا نے ۱۹۵۷ء میں برطانوی اقتدار سے آزادی حاصل کی ۔اس وقت سے آج تک فوجی حکمرانوں نے کئی بار حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی۔ ان میں سے چار کوششیں کامیاب بھی ہوئیں۔ ہر بار انسانی حقوق کی بُری طرح پامالی ہوئی ۔علاوہ ازیں عوامی حکومتیں بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی مرتکب ہوتی رہیں۔اِس افسوسناک صورتِ حال کے پیشِ نظر دسمبر 2001ء میں پارلیمینٹ نے ''ایکٹ 611'' پاس کیا جس میں قومی سطح پر ''قومی مصالحاتی کمیشن'' کے قیام کی منظوری دی گئی ۔اس کے مقاصد بھی متعیّن کئے گئے۔ چنانچہ اس کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا گیا:

''اگر کسی کو کوئی اذیت پہنچی ہو، کوئی نقصان ہوا ہو، کسی قسم کے صدمہ سے دوچار ہوا ہو یا کسی اور طرح سے انسانی حقوق کی پامالی ہوئی ہو اور ایسا فعل انفرادی طور پر کسی کی طرف سے ہوا ہو یا کسی عوامی ادارہ کے غیر فعال ہونے کے باعث ہو یا ایسی شخصیات کی طرف سے ہو جو عوامی اداروں کے عہدیداران ہوں۔ایسے تمام متاثرین کے نقصانات کی تلافی کی سفارش کرنا اور قومی سطح پر ملک میں مصالحت قائم کرنا اور اس کو فروغ دینا،اس کمیشن کے مقاصد میں شامل ہے''۔

کمیشن کے ذمہ ''ایکٹ 611'' کے تحت خاص طور پر مندرجہ ذیل امور کی تحقیق کرنا تھا۔

قتل وغارت، اغوا، حبس بے جا، ٹاچر، بدسلوکی اور مال وجائیداد کا ہتھیا لینا وغیرہ۔

ان انسانی حقوق کی پامالی خواہ انفرادی طور پر کسی کی طرف سے ہوئی ہو یا عوامی ادارے کی طرف سے یا ایسے اشخاص کی طرف سے جنہوں نے حکومت کے ایماء پر ایسا کیا ہو، سب اس میں شامل ہیں۔کمیشن کے دائرہ کار میں ۶ مارچ ۱۹۵۷ء (غانا کا یومِ آزادی) سے لے کر 1993ء تک آنے والی فوجی حکومتوں اور عوامی حکومتوں کے دوران کی جانے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں شامل ہیں۔کمیشن کو یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ انسانی حقوق سے کھیلنے والوں کو اپنے کئے پر معافی مانگنے کا موقع فراہم کرے۔

اگرچہ کمیشن کے پاس روایتی طور پر پولیس کے اختیارات اور سماعت کے لحاظ سے عدالت کے اختیار تھے تاہم یہ ایسی عدالت نہ تھی جو فیصلہ کر کے کسی مجرم کو سزا دے ۔یہ تو تحقیق اور تفتیش کا ایسا ادارہ تھا جس کا مقصد سچ کی دریافت تھا اور اس کی روشنی میں ایسی سفارشات مرتب کرنا تھا جس سے آئندہ ذاتی یا اجتماعی طور پر ایسی زیادتیاں رک جائیں۔

''ایکٹ 611'' کے تحت کمیشن کے لئے ایسے افراد کا تقرر کرنا تھا جو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کمیشن کے مقصد کو پورا کر سکیں۔ چنانچہ صدر مملکت غانا نے کونسل آف سٹیٹ کے مشورہ سے ملک بھر مختلف طبقہ ہائے فکر کے معتبر اور امین اشخاص کا انتخاب کیا۔غانا کے نائب صدر مملکت Hon Alhaj Aliu Mahama نے جماعت احمدیہ کے امیر و مشنری انچارج مکرم و محترم عبدالوہاب بن آدم صاحب سے رابطہ کیا اور صدر مملکت کا پیغام دیا کہ اُنکی خواہش ہے کہ آپ کمیشن کے ممبر بنیں۔

مکرم امیر صاحب نے کہا:مَیں تو جماعت احمدیہ کا مبلغ ہوں مَیں اس وقت تک اقرار یا انکار نہیں کر سکتا جب تک اپنے امام سے رہنمائی نہ حاصل کرلوں۔ چنانچہ محترم امیر صاحب نے اس سلسلہ میں ایک خط حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں لکھا۔حضور انور نے اپنے خط محررہ ۱۸/اپریل ۲۰۰۱ء میں اس امر کی منظوری دیتے ہوئے تحریر فرمایا: ''ضرور شامل ہوں''۔

اس دوران غانا کے اٹارنی جنرل اور وزیرِ انصاف خود مشن ہاؤس تشریف لائے اور کہا کہ وہ صدر مملکت کی طرف سے امیر صاحب کے لئے اس کمیشن میں شمولیت کا پیغام لائے ہیں۔اس وقت تک منظوری آچکی تھی چنانچہ محترم امیر صاحب نے شمولیت کے لئے ''ہاں'' کردی۔سارے کمیشن میں آپ واحد مسلمان ممبر تھے۔Pembeh کے ایک چیف نے کمیشن میں محترم امیر صاحب کی شمولیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''کمیشن میں ان کی شمولیت ہی ہمارے لئے اس امر کی ضمانت ہے کہ کمیشن ضرور انصاف کے ساتھ کام لے گا۔''

غانا بھر سے چوٹی کے جن چند افراد کو اس کمیشن کے لئے منتخب کیا گیا، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ریٹائرڈ سپریم کورٹ جج بطور چیئر مین Justice K.E. Amua Sekyi

۲۔یونیورسٹی آف غانا لیگون کی پہلی خاتون پرو وائس چانسلر Prof .Florence Dolphine

۳۔لبنان میں یونائیٹڈ نیشنز فورسز کے سابق کمانڈر Dr.E.A.Erskine

۴۔ویسٹ افریقن ایگزامینیشن کونسل کے سابق رجسٹرار Dr. (Mrs) Sylvia boye

۵۔غانا کی ٹریڈ یونین کانفرنس کے سابق جنرل سیکرٹری Mr. Christian Appiah Agyei

۶۔یونیورسٹی آف غانا لیگون میں قانون کے پروفیسر Prof. H.Mensah-Bonsu

۷۔Bishop Charles P. Buckles (Catholic Bishop of Koforidua)

۸۔مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ غانا۔

کمیشن کے سیکرٹری کے فرائض Dr. Ken Attafuah نے انجام دیئے جو برٹش کولمبیا (candada) میں ہیومین رائٹس کے سابق کمشنر تھے۔

صدر مملکت غانا His Excellency JohnAgyekum Kufuor نے ۶/مئی ۲۰۰۲ء کو اس کمیشن کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔کمیشن کے تحت جولائی اور اگست میں ضروری سٹاف بھرتی کر کے ان کی ٹریننگ کی گئی پھر اس کے مختلف شعبے قائم کئے گئے۔ مرکزی دفتر ''اکرا'' میں تھا اس کے علاوہ پانچ زونل دفاتر بھی بنائے گئے۔

۳ ستمبر کو کمیشن کی درخواستیں ملنا شروع ہوگئیں۔ کمیشن نے ۱۴/جنوری ۲۰۰۳ء سے لے کر ۱۳/ جولائی ۲۰۰۴ء تک ۲۰۰۰ سے زائد درخواستوں کی سماعت کی۔یہ سماعت غانا کے دارالحکومت کے علاوہ تمام ریجنل ہیڈکوارٹرز میں بھی جاری رہی ۔اس سماعت کے دروازے عوام کے لئے کھلے تھے۔ ۴۲ درخواستوں کی سماعت بعض حکمتوں کے باعث پرائیویٹ طور پر ہوئی لیکن یہاں بھی in-cameras کے علاوہ 66 احباب موجود تھے۔یہاں پیش ہونے والے معاملات ملکی سطح کے حسّاس حفاظتی راز سے تعلق رکھتے تھے۔پس قومی مصلحت اور حفظِ امن کی خاطر ایسا کیا گیا۔علاوہ ازیں public Hearing کے لئے 6 ایسی کمیٹیاں بھی تشکیل دی گئیں جن کا مقصد حکومتی اور عوامی اداروں کا جائزہ لینا اور ان کی طرف سے ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو منظرِ عام پر لانا تھا۔ان کمیٹیوں کو مندرجہ ذیل اداروں کا جائزہ لینا تھا۔

۱۔طلباء،نوجوانوں اور مزدوروں کی تنظیمیں ۲۔سیکیوریٹی سروسز ۳۔میڈیا ۴۔لیگل پروفیشنز (عدالتی نظام سمیت)۔۵۔پروفیشنل باڈیز (لیگل پروفیشنز کے علاوہ) ۶۔مذہبی تنظیمیں اور Chieftency System۔

کمشن کے اجلاسات کی ابتدا کے لئے محترم امیر صاحب اور کیتھولک بشپ نے مل کر ایک دُعا تیار کی تھی جس میں اسلامی طریق پر آغاز میں خدا کی صفات درج تھیں دونوں دعا کے ان الفاظ کو باری باری پڑھتے اور اس طرح دعا کے ساتھ کمیشن کی کارروائی کا آغاز ہوتا۔۱۸ مہینے کی سماعت کے دوران کمیشن کے سامنے انسانی حقوق کی جن خلاف ورزیوں کے کیسز سامنے آئے، مختصراً ذیل میں درج ہیں۔

۱۔قتل وغارت: بے ضرر عوام کو قتل کیا گیا بالعموم اس جُرم پر کہ انہوں نے کرفیو کا احترام نہیں کیا۔ Air Force Base ''اکرا'' میں بعض افراد کو اس خیال سے قتل کر دیا گیا کہ وہ کہیں موجودہ فوجی حکومت کے خلاف غداری نہ کر دیں اور اسکے خلاف اُٹھ کھڑے نہ ہوں۔

۲۔اغوا: ہائیکورٹ کے تین ججوں اور ایک آرمی آفیسر کا اغوا۔

۳۔زندہ درگور کرنا: ایک شخص کو ایک کان میں زندہ دفنا دیا گیا،ایک عورت کو سپاھیوں نے اجتماعی زیادتی کے بعد زندہ درگور کر دیا۔اسکا جُرم صرف اتنا تھا کہ وہ رات کو پیشاب کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلی اور اسطرح وہ ''کرفیو کی بے حرمتی'' کی مرتکب ہوئی۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

۴۔تکلیف اور ایذاء دہی:۔ استہزاء کرنا ، جسمانی مار پیٹ، جوتوں سے پٹائی، ایک چیف کوزمین سے نکالی ہوئی متعفن لاش کھانے پر مجبور کیا گیا۔ایک شخص کا سر ٹوٹی ہوئی بوتلوں کے ساتھ Shave کیا گیا۔عضوِ تناسل کو کھینچا گیا پھر وطن سے غداری کے الزام پر عضوِتناسل کوجلایا گیا۔

۵۔حبسِ بے جا:۔لوگوں کوحبسِ بے جا میں رکھا گیا، نہ کھانا دیا گیا اور نہ ہی سونے کی اجازت۔سیاسی مخالفین کوکچلنے کیلئے بہت سے ایسے واقعات ہوئے۔

۶۔جائیداد ہتھیالی گئی:۔فیکٹریاں، کاریں، قیمتی سامان اور بہت سامال ودولت لوٹ لیا گیا۔

۷۔توہین آمیز سلوک:۔ڈرل مشین کے ساتھ سزا دینا، شدید چلچلاتی دھوپ میں زمین پر لیٹنے اور قلابازیاں کھانے پر مجبور کیا جانا، ریڈیو کے ذریعہ ملازمت سے فراغت کے اعلانات، بعداز ریٹائرمنٹ ،پنشن اور دیگرفوائد سے محرومی، بعض کوظالمانہ طور پراس طرح معذور کر دیا گیا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔

۸۔آتشزدگی:۔ جائیدادوں کو آگ لگا دی گئی مثلاً Makola Market&Tamale Market کو نذرِآتش کردیا گیا۔

الغرض ایسی دردناک کہانیاں تھیں کہ سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے۔ٹی وی پر دیکھنے والے یہ واقعات سن کر رو پڑتے۔کمیشن کے ممبران کی ہمت تھی کہ ایسے دردناک واقعات ہر روز سنتے۔اس موقع پر ان زیادتی کے مرتکب ہونے والے شرمندگی کے ساتھ سرِ عام اپنی غلطیوں کا اقرار کرتے اور متعلقہ اشخاص سے معافی کے طلبگار ہوتے تو عجیب نظارہ ہوتا۔ایک نوجوان نے آکر ایک فوجی کے خلاف بتایا کہ اس نے نوجوان کے والد کو پانی میں سیمنٹ گھول کر پلایا جس سے وہ جاں بحق ہوگیا۔وہ فوجی آیا اور نمناک آنکھوں سے اس نوجوان کے آگے جھکا اور اس کے والد کے قتل پر معافی کا خواستگار ہوا۔یہ سماعت غانا کے قومی ٹی وی پر لائیو دکھائی جاتی رہی۔کمیشن کا مقصد ماضی کے زخموں کو بھرنا تھا اور ایسا بخوبی ہوا لوگوں نے آکر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا۔مظلوم طبقہ کوتسلی وتشفی دی گئی۔متاثرین کو اپنے دکھ بیان کرنے کا موقع دیا گیا۔کمیشن نے ماضی میں غائب کردیئے جانے والے اور قتل کئے جانے والے افراد کے بارہ میں انکے لواحقین کومعلومات فراہم کیں اور انکی ''نامعلوم'' جگہوں پر مدفون نعشوں کو کھود کرانہیں مناسب تدفین کے لئے لواحقین کے سپرد کردیا گیا۔اس طرح لواحقین کی تسکین ِقلب کا سامان ہوا اور کسی حد تک اُنکی ڈھارس بندھی۔

اس کمیشن نے ان ''قیامت'' ڈھانے والے افراد کو اپنے حصّہ کی کہانی بیان کرنے کا بھی موقع دیا۔انہیں یہ بھی موقع دیا کہ وہ فراخدلی سے اپنے نامناسب رویہّ کی ذمہ داری قبول کریں اور متاثرین سے معذرت کریں اور ایسا ہی ہوا۔اس عمل سے باہمی صلح کی بنیاد پڑی اور متاثرین کے زخم کافی حد تک بھرے اور انکی تسلّی کا سامان پیدا ہوا اسمیں ایک طرف مظلوم طبقہ کی تسلّی کا سامان ہوا تو دوسری طرف جنہوں نے ظلم کیا انکے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہوا کیونکہ انہوں نے اعتراف جرم کے ساتھ معذرت کرلی۔کمیشن کا مقصد لوگوں کے اندرونی زخموں کو بھرنا اور انکی تکالیف کو کم کرنا تھا۔ایسا بخوبی ہوا اور عوام میں اسکی خاصی پذیرائی ہوئی۔

کمیشن نے اس عمل کے ذریعہ کسی شخص یا کسی ادارہ کو تنقید کا ہدف نہیں بنایا بلکہ انصاف اور محنت و جانفشانی سے اپنا کام سرانجام دیا۔''مصالحاتی عمل'' تو ایسا کام ہے جو تسلسل چاہتا ہے۔اسکی بنیاد اس کمیشن کے ذریعہ رکھ دی گئی ہے اور ان عوامل کی تفصیلی رپورٹ بھی تیار کی گئی جنکی بنا پر یہ سب کچھ ہوا تھا۔اس طرح آئندہ ایسے اقدامات کے سدّباب کے لئے بھی لائحہ عمل تیار کرلیا گیا ہے۔کمیشن نے یہ رپورٹ جو ے بڑے بڑےVolumes پر مشتمل ہے صدر مملکت غانا کو پیش کردی۔اس موقع پر صدر مملکت غانا نے مصالحاتی کمیشن کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

''ہمارا مقصد کسی کو Prosecute کرنا نہ تھا۔مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ ہم سب اس ملک کے شہری ہیں۔اگر ہم سے کسی کو کوئی نقصان پہنچے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے معافی مانگیں۔جنہوں نے اپنے کئے پر معافی مانگی ہے ہم اُنکے شکرگزار ہیں جنہوں نے معافی نہیں مانگی وہ اپنے Conscience کے ساتھ رہیں۔''

کمیشن نے اپنی رپورٹ میں متاثرین کے نقصانات کی تلافی کے لئے کئی ایک تجاویز پیش کیں مثلاً متاثرین کوتلافی کے طور پر نقدی دی جائے، جن احباب کو ظالمانہ طور پر قتل کیا گیا انکے اعزاز میں یادگاریں تعمیر کی جائیں وغیرہ۔

کمیشن کی سماعت کے دوران ہی جماعت احمدیہ غانا کی طرف سے بم دھماکوں کے نتیجہ میں معذور ہونے والے بعض احباب کو وھیل چیئرز پیش کی گئیں۔کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اس امر کا بھی واضح ذکر کیا۔

قومی مصالحاتی کمیشن قائم ہوا اور اپنا کام کر چکا ہے۔اس دوران کئی ایک آراء سامنے آئیں۔مگر بالعموم اسے مثبت، مفید اور نیک قدم قرار دیا گیا اور غانا کی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل قرار دیا گیا۔غلطی کرنے والا اپنے کئے پر نادم ہو اور مظلوم کوظلم اور زیادتی کی تفصیل بیان کرنے کا کھلا موقع دیا جائے۔ایسا تصور کوئی غیر اخلاقی تصور نہیں۔اس طرح دلوں کی کدورتیں دور ہوتی ہیں۔ظلم کی چکّی میں پسنے سے دلوں پر نفرتوں کی جو دبیز تہیں بیٹھ جاتی ہیں وہ صاف ہونا شروع ہو جاتی ہیں، اسطرح سینوں میں لگی انتقام کی آگ بجھ سکتی ہے۔

یہ کمیشن کامیاب ہوا کہ نہیں؟ اس کا فیصلہ غانین عوام کریں گے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ایسے کمیشن ہر ملک میں قائم ہونے چاہئیں۔پاکستان ہی کو لیں احمدیوں کے خلاف خُون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔کونسا ظلم ہے جو وہاں روا نہیں رکھا جاتا۔کونسا ستم ہے جو احمدیوں پر توڑا نہیں جاتا۔اے کاش پاکستان میں بھی احمدی کُھل کر حق کوحق اور ظلم کوظلم بتا سکیں۔ہم انتقام کے طالب نہیں۔ہمارے دل تو توبہ اور اصلاح کرنے والوں کو اپنے سینوں سے لپٹانے کے لئے تیار ہیں۔

❁❁❁❁❁

دہی سے علاج

ہمارے بزرگ اس مفید غذا کو صدیوں سے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔دہی ہماری غذا کو نہ صرف لذیذ بناتا ہے بلکہ ہماری صحت کو برقرار رکھنے اور ہمیں مختلف امراض سے محفوظ رکھنے میں بھی مدد دیتا ہے۔دہی کے استعمال سے نظام انہضام درست رہتا ہے۔اس صحت بخش غذا کی خصوصیت وہ ننھے منے جراثیم یا بیکٹریا ہیں جو اسے گاڑھا پن، ہلکی ترشی اور مہک عطا کرتے ہیں۔

امریکی محکمہ زراعت کے مطابق ہر شخص کو روزانہ ایک پیالی دہی کا استعمال کرنا چاہیے۔اس طرح ایک پیالی دہی کے استعمال سے انسان کو جو اہم غذائی اجزاء حاصل ہوتے ہیں ان میں ۲۵ فیصد پروٹین ۲۰ فیصد رائبوفلاوین، ۱۰ فیصد وٹامن اے اور ۳۵ فیصد کیلشیم شامل ہیں۔تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ دہی کا استعمال بہت سی جسمانی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ذیل میں دہی سے جسمانی امراض کے علاج کے کچھ نسخے درج کئے جارہے ہیں۔

دردِ سر

سر میں گرمی اور خشکی کے باعث ہونے والے درد کو بھگانے کے لئے دہی نہایت عمدہ اور قابل تعریف غذا ہے۔اگر کسی شخص کو یہ شکایت ہو تو وہ سر خصوصاً اگلے حصے میں دہی کی مالش کریں اور اس دوران ایک آدھ مرتبہ دہی کھا بھی لیں، اس سے جلدی افاقہ ہوجاتا ہے۔

گنج پن

اگر کسی شخص کو گنج پن کی شکایت ہو تو وہ گائے کے دودھ سے تیار شدہ دہی لے کر اسے تانبے سے بنے کسی برتن میں ڈال کر خوب گھونٹے حتّٰی کہ دہی سبز رنگ کا ہو جائے۔پھر اس پھٹے ہوئے دہی میں ہلدی کی کچھ مقدار ملادیں۔لیجئے دوا تیار ہے۔اب یہ دہی گنج پن کے مریض کے سر میں لگادیں، کچھ عرصہ تک روزانہ یہ عمل دوہرائیں۔جلد تکلیف دور ہوجائیگی۔یہ نسخہ گنج پن کے مریضوں کے لئے مفید ثابت ہوا اور آزمودہ ہے۔

قبض

گائے کے دودھ سے تیار شدہ دہی سے چھاچھ تیار کرکے حسبِ ضرورت لے لیں اور اس میں قدرے اجوائن ملا کر علی الصبح نہار منہ پئیں۔چندروز کے استعمال سے قبض کی شکایت دور ہوجائے گی۔مرض اگر پرانا ہے تو اس کا متواتر استعمال رکھیں۔چند ہفتوں میں قبض کی شکایت ہمیشہ کے لئے دور ہوجائے گی۔

خارش

اگر کوئی شخص خارش کے مرض میں مبتلا ہے تو وہ ایک پاؤ دہی لے اور اسے برتن میں ڈال کر تیز دھوپ میں رکھ دے۔جب دھوپ کی حدت سے دہی گرم ہو جائے تو اس میں گندھک کا سفوف ۱۰ گرام ملادیں۔اس دوا کو خارش کی جگہ پر لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

نیند میں چلنا

ایسے افراد جنہیں نیند میں چلنے کی عادت ہو اگر انہیں ناشتے میں روزانہ دہی کھلائی جائے تو اس سے ان کی نیند میں چلنے کی عادت میں خاطر خواہ کمی ہوسکتی ہے۔

پھنسیاں اور دانے

پھنسیاں اور دانوں کو دور کرنے کے لئے نسخہ یہ ہے کہ گائے کے دودھ کی دہی اور سرسوں کا تیل ہموزن لے کر پیتل کی تھالی میں ڈال کر نیم کی لکڑی سے گھونٹیں۔جب یہ اچھی طرح گُھٹ جائے تو اس کو دانے اور پھنسیوں پر لیپ کریں۔کچھ دن ایسا کرنے سے پھنسیاں اور دانے غائب دور ہوجائیں گے۔

(بشکریہ:احمدی جنتری ۲۰۰۴ء

مرتبہ :فخر الحق شمس)

❁❁❁❁❁

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا فیکس نمبر

احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ
دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا فیکس نمبر حسب ذیل ہے:
Fax NO: 020 8870 5234

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کے ہر خریدار کو ایک AFC نمبر دیا جاتا ہے جو آپ کے ایڈریس لیبل کے ساتھ درج ہوتا ہے۔یہ آپ کا خریداری نمبر ہے۔براہ کرم یہ نمبر محفوظ رکھیں اور دفتر سے خط وکتابت اور رابطہ کے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء (مینیجر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:
AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

’’الفضل ڈائجسٹ‘‘ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ نمازیں

(گزشتہ شمارہ سے)

کئی صحابہؓ کا بیان ہے کہ اگر ہم حضورؑ کے پاس بھی سو رہے ہوتے تو حضورؑ کے تہجد کے لئے اٹھنے کی خبر نہ پاتے بلکہ حضورؑ کی آواز جب نماز میں کبھی بلند ہوتی تو ہماری آنکھ کھلتی یا پھر حضورؑ ہمیں نماز کے لئے جگادیتے۔ حضرت اماں جان بیان فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نماز پنجوقتہ کے سوا عام طور پر دو قسم کے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ایک نماز اشراق (دو یا چار رکعت) جو آپ کبھی کبھی پڑھتے تھے اور دوسرے نماز تہجد (آٹھ رکعت) جو آپ ہمیشہ پڑھتے تھے سوائے اس کے کہ زیادہ بیمار ہوں۔

حضورؑ نے گرہن لگنے پر نماز کسوف و خسوف اور بارش کے لئے نماز استسقاء بھی ادا فرمائی۔ سفر سے پہلے آپ دو نفل پڑھ لیتے تھے۔

حضورؑ نماز تہجد کے علاوہ دن کے وقت بھی بیت الدعاء کو بند کر کے دو گھنٹہ کے قریب بالکل علیحدگی میں مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ایام سفر میں بھی آپ کے واسطے کوئی چھوٹا سا کمرہ خلوت کے واسطے بالکل الگ کر دیا جاتا۔ ابتدائی زمانہ میں عموماً تلاش خلوت میں باہر جنگل میں چلے جایا کرتے اور علیحدگی میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کرتے۔

سیالکوٹ میں قیام کے دوران کچہری سے واپس آکر دروازہ بند کر کے قرآن پڑھتے رہتے۔ بعض وقت سجدہ میں گر جاتے اور لمبے لمبے سجدے کرتے اور یہاں تک روتے کہ زمین تر ہو جاتی۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ حیات میں جو بات بار بار میرے تجربہ میں آئی یہ تھی کہ دعا کرنے اور نماز پڑھنے کی سمجھ اور لذت ان نمازوں کے ذریعہ آئی جو حضور اقدسؑ کی معیت میں پڑھی گئیں۔ علاوہ اس کے دعا کرنے پر جواب بھی فوراً مل جاتا۔

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کا بیان ہے کہ ’’تہجد کے وقت گاہے گاہے جب آپ کی آواز خشوع و خضوع کے سبب سے بے اختیار بلند ہوتی مجھے خبر ہو جاتی...... سجدہ کو بہت لمبا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس گریہ وزاری میں آپ پگھل کر بہہ جائیں گے۔‘‘

حضرت مسیح موعودؑ آمین بالجہر نہ کرتے تھے، رفع یدین نہ کرتے تھے، بسم اللہ بالجہر نہ پڑھتے تھے لیکن ایسا کرنے والوں کو روکتے بھی نہ تھے۔ ہاتھ سینے پر باندھتے تھے لیکن نیچے باندھنے والوں کو نہ روکتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہمیشہ بسم اللہ اور آمین بالجہر کرتے اور گاہے گاہے رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مسجد میں ان امور کو موجب اختلاف نہ گردانا جاتا تھا۔ تاہم حضورؑ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے بزرگ اور اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جو سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں سمجھتے تھے اور میں ان کی نمازوں کو ضائع شدہ نہیں کہتا۔

آپؑ کی زندگی کا یہ دستور العمل بہت نمایاں ہے کہ دعا کیلئے الگ جگہ رکھتے تھے بلکہ آخر حصہ عمر میں تو آپ بعض اوقات فرماتے کہ ہر طرح اتمام حجت کیا۔ اب جی چاہتا ہے کہ میں صرف دعائیں کیا کروں۔ دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک خاص مناسبت تھی۔ آپؑ کی روح ہر وقت دعا کی طرف متوجہ رہتی تھی۔ ہر مشکل کی کلید آپ دعا کو یقین کرتے تھے۔ چنانچہ 13 مارچ 1903ء کو جمعہ کے بعد بیت الفکر کے ساتھ ایک مقدس کمرہ کی بنیاد رکھی جس کا نام ’’بیت الدعا‘‘ تجویز فرمایا۔

نماز جنازہ عموماً حضورؑ خود پڑھاتے تھے۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کو کسی گاؤں سے علاج کیلئے قادیان لایا گیا لیکن وہ چند روز بیمار رہ کر وفات پاگیا۔ صرف اس کی ضعیفہ والدہ ساتھ تھی۔ حضرت اقدسؑ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعض کو بوجہ لمبی لمبی دعاؤں کے نماز میں دیر لگنے کے چکر بھی آگیا اور بعض گھبرا اٹھے۔ بعد سلام کے فرمایا کہ اس کیلئے ہم نے دعاؤں میں بس نہیں کی جب تک اس کو بہشت میں داخل کرا کر چلتا پھرتا نہ دیکھ لیا۔ رات کو اس کی والدہ ضعیفہ نے بھی خواب دیکھا کہ وہ بہشت میں بڑے آرام سے ٹہل رہا ہے اور اس نے کہا کہ حضرت کی دعا سے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور جنت میرا ٹھکانا کیا۔ گو کہ اس کی والدہ کو اس کی موت سے سخت صدمہ تھا لیکن اس مبشر خواب کے دیکھتے ہی وہ ضعیفہ خوش ہو گئی اور تمام صدمہ اور رنج غم بھول گئی اور یہ غم مبدل بہ راحت ہو گیا۔

آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ میاں جان محمد صاحبؓ کی نماز جنازہ حضرت اقدسؑ نے اتنی لمبی پڑھائی کہ مقتدیوں کے پیر دکھنے لگے اور ہاتھ باندھے باندھے درد کرنے لگے۔ جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے عرض کیا کہ: حضور اتنی دیر نماز میں لگی کہ تھک گئے ہونگے۔ آپؑ نے فرمایا: ہمیں تھکنے سے کیا تعلق، ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اس سے مرحوم کے لئے مغفرت مانگتے تھے۔ مانگنے والا بھی کبھی تھکا کرتا ہے جو مانگنے سے تھک جاتا ہے وہ رہ جاتا ہے۔ جس سے ذرا سی بھی امید ہوتی ہے وہاں سائل ڈٹ جاتا ہے اور بارگاہ احدیت میں تو ساری امیدیں ہیں۔

حضورؑ کی جس روز وفات ہوئی اُس روز آپؑ کا آخری عمل بھی نماز فجر کی ادائیگی ہی تھا۔ جب ہوش آتا تو نماز شروع فرماتے لیکن ضعف اور بیہوشی کی وجہ سے پوری نہ کرپاتے۔ پھر ہوش آتا تو دوبارہ نماز ہی ادا فرمانے لگتے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضورؑ کے زمانہ میں اس عاجز نے نمازوں میں اور خصوصاً سجدوں میں لوگوں کو بہت زیادہ روتے سنا ہے رونے کی آوازیں مسجد کے ہر گوشہ سے سنائی دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے اپنی جماعت کے اس رونے کا فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ ۲۸؍ مئی ۲۰۰۴ء میں مکرم حافظ عبدالحی صاحب کے قلم سے حضرت عمرؓ بن الخطاب کی پاکیزہ زندگی کے نادر واقعات شامل اشاعت ہیں۔

موعود خلیفہ

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں مَیں قریش کے تیس اشخاص کے ساتھ بغرض تجارت شام گیا۔ مجھے ایک ضروری کام پڑا تو میں نے ساتھیوں سے کہا تم چلو میں آتا ہوں۔ پھر میں بازار میں کھڑا تھا کہ ایک طاقتور پادری مجھے گردن سے پکڑ کر گرجا میں لے گیا جہاں مٹی کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس نے مجھے ایک بیلچہ اور کلہاڑا اور تھیلہ لا کر دیا اور کہا: یہ مٹی اٹھا کر باہر پھینکو!۔ دوپہر کو وہ دوبارہ آیا اور کہا کہ تم نے ذرا بھر بھی مٹی باہر نہیں نکالی؟ پھر اس نے میرے سر پہ ایک مکا دے مارا۔ اس پر میں نے بیلچہ اٹھا کر اسے دے مارا جس سے اس کا بھیجا نکل کر باہر آگیا۔ میں نے اسے مٹی میں دبایا اور وہاں سے نکل بھاگا۔ سارا دن اور رات چلتا رہا۔ صبح ایک راہب خانہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے ایک آدمی نکلا اور پوچھا: اے اللہ کے بندے! یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں!۔ وہ مجھے اندر لے گیا اور خورونوش کی چیزیں لے آیا۔ پھر مجھے غور سے دیکھ کر کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تو وہی شخص ہے جو ہمیں اس راہب خانہ سے نکالے گا اور اس سارے ملک پہ قابض ہوگا!۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: تم کچھ اور ہی سوچ اور سمجھ رہے ہو!۔ اس نے میرا نام پوچھا میں نے کہا: عمر بن الخطاب۔ وہ بولا: خدا کی قسم تو وہی شخص ہے، پس یہ راہب خانہ میرے نام لکھ دے۔ مَیں نے کہا: تو نے مجھ پہ جو احسان کیا ہے اب ایسی باتیں کر کے اسے مکدر نہ کر۔ اس نے دوبارہ کہا: اگر تُو وہی شخص ہے تو لکھ دے۔ اور اگر تُو وہ شخص نہیں تو تیرا کیا جاتا ہے؟۔ پھر میں نے اسے لکھ کر دیدیا۔ اور اس نے مجھے کچھ کپڑے اور پیسے دیئے اور ایک گدھی سواری کے لئے ساتھ کر دی اور کہا: تم جس بھی علاقہ سے گزرو گے، لوگ خود ہی گھاس پھونس ڈال دیں گے۔ ہاں جب کسی پُرامن جگہ پہنچ جاؤ تو اسے موڑ کر ایک ضرب لگا دینا یہ خود ہی واپس آجائے گی۔ میں نے دیکھا کہ واقعی لوگ اس گدھی کو چارہ ڈالتے اور پانی پلاتے رہے اور جب میں حجاز کے قریب ہوا تو میں نے اس گدھی کا رخ موڑ کر اسے ایک ضرب لگائی تو وہ واپس ہولی۔

جب حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں شام آئے تو وہی راہب آپؓ کے پاس آپؓ کی تحریر لے کر آگیا اور کہا: وہ علاقہ مجھے دیدیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اس میں عمر یا عمر کے باپ کا کچھ بھی نہیں ہے، یہ سب مسلمانوں کے مشترکہ منافع ہیں، ہاں اگر تم وعدہ کرو کہ مسلمانوں کی مہمان نوازی کرو گے اور بھولے بھٹکے مسلمانوں کو راستہ بتاتے رہو گے تو ہم یہ علاقہ تمہیں لکھ دیتے ہیں! جب اس نے یہ شرائط مان لیں تو آپ نے بھی اپنا وعدہ نبھادیا۔

قبولیت اسلام کی خبر

حضرت عمرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو چاہا کہ یہ خبر فوراً پھیل جائے۔ چنانچہ آپؓ مکہ میں سب سے زیادہ چغلخور کے پاس گئے اور اسے اس بارہ میں بتا کر کہا کہ کسی کو بتانا نہیں۔ لیکن ابھی سورج بھی نہ ڈھلا تھا کہ تمام اہل مکہ کو آپؓ کے اسلام قبول کرنے کی خبر پہنچ گئی تھی۔

مالی معاملات میں احتیاط

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اونٹ خریدے اور انہیں چراگاہ میں بھیج دیا۔ جب وہ خوب موٹے تازے ہوگئے تو بیچنے لے گئے۔ حضرت عمرؓ نے بازار میں اُن اونٹوں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کے اونٹ ہیں؟ بتایا گیا: عبد اللہ بن عمر کے۔ آپؓ نے اپنے بیٹے کو بلوایا اور (طنزاً) کہنا شروع کر دیا: ہاں ہاں امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چارہ دو اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی دو!۔ پھر فرمایا: عبد اللہ! یہ اونٹ بیچ کر اپنا راس المال لے لینا اور باقی پیسے بیت المال کو بھجوا دینا۔

توحید کی غیرت رکھنے والا متوکل

☆ مصر فتح ہوا تو اہل مصر حضرت عمرو بن العاصؓ والیٔ مصر کے پاس آئے اور عرض کی کہ دریائے نیل کی ایک رِیت جب تک پوری نہ کی جائے، یہ بہتا نہیں ہے۔ اور وہ رِیت یہ ہے کہ اس مہینہ کی بارہویں رات کو ہم ایک کنواری لڑکی اس کے ماں باپ کو بہلا پھسلا کر لے لیتے ہیں اور پھر اسے عمدہ لباس زیب تن کروا کر قیمتی زیورات سے آراستہ کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے کہا: یہ اسلام میں نہیں چلے گا کیونکہ اسلام تمام بدرسوم کا خاتمہ کرنے آیا ہے۔

لیکن دریا واقعی نہ چلا یہاں تک کہ لوگوں نے تنگ آکر علاقہ چھوڑنا شروع کر دیا۔ اس پر عمروؓ نے سارا ماجرا حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا۔ آپؓ نے جواب دیا کہ تم نے صحیح کہا کہ اسلام تمام پچھلی بدرسموں کا خاتمہ کرتا ہے۔ اور لکھا کہ میں اس خط کے ساتھ ایک رقعہ بھیج رہا ہوں وہ دریائے نیل میں ڈال دینا۔

اس رقعہ میں لکھا تھا: خدا کے ایک بندے عمر

امیرالمومنین کی طرف سے نیل کے نام! اگر تو تُو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو بیشک نہ چل اور اگر خدائے واحد وقہار تجھے چلاتا ہے تو ہم اس سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلادے۔

جب یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو دریا بہنے لگا اور ایک ہی رات میں پانی ۱۶/ فٹ اونچا ہو گیا۔

علم دوست قدردان

کسی نے حضرت علیؓ کی اُس وقت حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی جبکہ وہ آپؓ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؓ نے حضرت علیؓ سے کہا: ابوالحسن! اپنے مخالف کے پاس جاکر بیٹھ جاؤ۔ پھر دونوں اپنا اپنا قصہ پیش کیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت علیؓ دوبارہ اپنی جگہ پہ آکر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اُن کے چہرہ پہ تغیر کی وجہ پوچھی تو وہ بولے کہ آپ نے میرے مخالف کے سامنے میری کنیت کے ساتھ کیوں مخاطب کیا؟ یہ کیوں نہ کہا: علی اٹھ اور اپنے مخالف کے ساتھ جاکر بیٹھ!۔ (عربوں میں تکریم کے لئے کنیت سے مخاطب کرتے تھے)۔ اس پر آپؓ نے حضرت علیؓ کو گلے لگالیا، چوما اور فرمایا: میرے ماں باپ تم لوگوں پہ قربان! اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمیں ہدایت دی اور تمہارے ہی ذریعہ ہمیں اندھیروں سے نکال کر نور سے منور کیا۔

صاحب کشف ورؤیا

حضرت عمرؓ نے ایک لشکر کا امیر ساریہ کو مقرر کیا۔ پھر ایک دن خطبہ دیتے دیتے پکار کر کہا: **یاسارية الجبل، یاسارية الجبل** کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف! اے ساریہ پہاڑ کی طرف!۔ کچھ دنوں بعد اسی لشکر کا ایک پیغامبر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ امیرالمومنین ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ ہمیں شکست دینے کو تھے کہ ہم نے ایک پکار سنی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف! اے ساریہ پہاڑ کی طرف! اس پر ہم نے اپنی پشت پہاڑ کی طرف کرلی اور اللہ نے دشمن کو شکست دیدی!

مبارک شادی

حضرت عمر فاروقؓ لوگوں کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے رات کو گشت کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے ایک عورت کو اپنی بیٹی سے یہ کہتے سنا کہ دودھ میں کچھ پانی ملادو۔ لڑکی نے کہا: امیرالمومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔ ماں نے کہا: اس وقت تمہیں عمر نے دیکھنا ہے نہ ان کے منادی نے! لڑکی بولی: اگر عمر نہیں دیکھ رہا تو عمر کا خدا تو دیکھ رہا ہے! خدا کی قسم مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں جلوت میں تو ان کی اطاعت کروں لیکن خلوت میں نافرمانی کرتی پھروں!

صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عاصم سے کہا فلاں لڑکی ہے، اگر اس کی شادی نہیں ہوئی تو اس سے شادی کرلو شاید اللہ اس سے نیک نسل چلائے۔ چنانچہ عاصم نے اس لڑکی سے شادی کرلی اور اس سے وہ خاتون پیدا ہوئیں جو عبدالعزیز بن مروان کے عقد میں آئیں اور پھر جن کے بطن سے حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے جنہیں پانچواں خلیفہ راشد بھی کہا جاتا ہے۔

قول کے پکّے

جب ھرمزان کو گرفتار کرکے حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ مسجد نبوی میں اکیلے سو رہے تھے۔ لوگ چپ چاپ کھڑے ہوگئے تاکہ آپ جاگ نہ جائیں۔ ھرمزان کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ آپؓ کا کوئی دربان ہے نہ پہریدار۔ کوئی کاتب ہے نہ دیوان۔ اس پر اُس نے کہا: پھر تو یہ نبی ہیں! لوگوں نے کہا: نہیں ان کے کام نبیوں والے ہیں۔

جاگنے پر حضرت عمرؓ کو بتایا گیا کہ یہ رستم کا ساتھی اور عجم کا لیڈر ہے! اس پر آپؓ نے اُسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں جس دین پہ ہوں اچھا ہوں اور کسی ڈر کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا۔ آپؓ نے تلوار منگوائی تاکہ اس کو قتل کروادیں۔ اس نے کہا: مجھے پیاسے مارنے سے بہتر ہے آپ مجھے پانی پلوادیں۔ آپؓ نے پانی منگوایا۔ جب اس نے پانی ہاتھ میں پکڑا تو کہا: کیا جب تک میں یہ پانی پی نہ لوں تو اپنے آپ کو امن میں سمجھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر اُس نے وہ پانی پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تیری جان امان میں ہے۔ اس پر اس نے کہا: امیرالمومنین اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اور جو کچھ وہ لائے ہیں سب برحق ہے!۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو کیا ہی اچھا ایمان لایا ہے لیکن تجھے ایمان لانے سے کس چیز نے اتنی دیر روکے رکھا؟ اس نے کہا: پہلے میں اس لئے ایمان نہیں لایا کہ کہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ تلوار کے ڈر سے ایمان لایا ہے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا: اہل فارس کے پاس واقعی ایسی سمجھ بوجھ ہے کہ جس کی بناء پہ وہ واقعی گذشتہ بادشاہت کے لائق تھے۔

نور فراست سے مزین

☆ جب کسریٰ کے خزانے حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے تو انہیں مسجد کے صحن میں رکھوادیا گیا۔ صبح جب انہیں کھولا گیا تو ان کی چمک دمک سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ اس پر حضرت عمرؓ رونے لگ گئے۔ آپ سے کہا گیا: امیرالمومنین! یہ تو خوشی اور شکر کا دن ہے!۔ آپؓ نے فرمایا: یہ خزانے جب بھی کسی قوم کو ملے ہیں ان میں باہمی بغض اور دشمنی کا آغاز ہو گیا۔

☆ ایک عامل نے حضرت عمرؓ کو اپنی خواب سنائی کہ میں نے چاند اور سورج کو لڑتے دیکھا ہے۔ آپؓ نے پوچھا: تم کس کی طرف تھے؟ اس نے کہا: چاند کی طرف۔ آپؓ نے کہا: مٹ جانے والے نشان کے ساتھ! پھر اسے عہدہ سے معزول کردیا۔ پھر جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان اختلاف ہوا تو وہ شخص امیر معاویہ کے ساتھ رہا۔

☆ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے اُن کا گھر مسجد میں توسیع کے لئے مانگا تو حضرت عباسؓ نے انکار کردیا۔

تب دونوں نے حذیفہ بن الیمان کو اپنا حَکَم بنایا تو حضرت حذیفہؓ نے کہا: اس معاملہ کے بارے میں میرے پاس ایک واقعہ ہے۔ جب حضرت داؤدؑ نے بیت المقدس میں توسیع کا ارادہ کیا تو ایک یتیم نے اپنا قریبی گھر دینے سے انکار کردیا۔ جب آپؑ نے ہر حال میں وہ گھر حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو وحی کی کہ ظلم کرکے میرے گھر کی توسیع نہ کر! تو حضرت داؤد باز آگئے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ واپس مسجد نبوی میں تشریف لے گئے تو آپؓ کی نظر حضرت عباسؓ کے پرنالہ پہ پڑی جو بارش وغیرہ کے پانی کا اخراج کے لئے مسجد نبوی میں رکھا گیا تھا۔ تو آپؓ نے وہ پرنالہ اکھیڑ دیا۔ اس پر حضرت عباسؓ نے بتایا کہ یہ پرنالہ خود آنحضور ﷺ نے یہاں لگوایا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: آپ میری گردن پر چڑھیں اور یہ پرنالہ اسی جگہ دوبارہ لگادیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے اسے لگایا تھا۔ چنانچہ پھر حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کی گردن پہ چڑھے اور اس پرنالہ کو اس کی جگہ پہ دوبارہ لگایا اور پھر کہا: عمر! میں یہ گھر آپ کو توسیع مسجد کے لئے دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس گھر کو مسجد نبوی میں شامل کرکے اس کی توسیع کی اور حضرت عباسؓ کو زوراء مقام پہ ایک بہت بڑا گھر اس کے بدلہ میں دیا۔

حضرت قاضی زین العابدین صاحب

ماہنامہ ”خالد“ ستمبر ۲۰۰۴ء میں حضرت قاضی زین العابدین صاحبؓ کی سیرۃ پر ایک مضمون مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

حضرت قاضی صاحب حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مرید تھے جنہوں نے اپنے کثیر ارادتمندوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کرلی تھی۔ آپ حضرت صوفی صاحبؓ کے ساتھ ۱۸۸۵ء میں حج پر بھی تشریف لے گئے جس کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے قلم سے ایک دردانگیز دعا تحریر کرکے حضرت صوفی صاحبؓ سے فرمایا تھا کہ انہی الفاظ میں بیت اللہ شریف میں کریں۔ چنانچہ حضرت صوفی صاحبؓ نے جب یہ دعا بیت اللہ شریف میں پڑھی تو حضرت قاضی صاحب بھی اُن بیس افراد میں شامل تھے جو اس دعا میں شامل ہوئے۔

حضرت قاضی صاحب بڑے وجیہہ، خوش شکل اور خوبصورت لحن کے مالک تھے۔ آپؓ کے والد محترم غلام حسین صاحب خانپور ریاست پٹیالہ ڈاکخانہ سرہند کے رہنے والے تھے۔

آپؓ فرماتے تھے کہ حضرت منشی احمد جان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ابتدائی حالت کو ہی دیکھ کر لوگوں کی بیعت لینا چھوڑ دی تھی اور جو کوئی آتا اس کو آپ فرمایا کرتے تھے کہ اب جس کو یاد الٰہی کا شوق ہو وہ قادیان مرزا غلام احمد صاحب کے پاس جائے۔ ہم مخلوقِ خدا کو ایک ایک قطرہ دیا کرتے تھے مگر یہ شخص یعنی حضرت مسیح موعودؑ تو ایسا عالی ہمت پیدا ہوا ہے کہ اس نے تو چشمہ پر سے پتھر ہی اٹھادیا اب جس کا جی چاہے سیر ہو کر پیئے۔ حضرت صوفی صاحبؓ کی وفات (۲۷/دسمبر ۱۸۸۵ء) کے بعد حضرت قاضی صاحب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر جاکر مراقبہ کیا کرتے۔ اس دوران کئی بار قادیان آئے اور آکر ہفتہ ہفتہ ٹھہر کر واپس چلے جاتے۔ بالآخر فرماتے ہیں کہ ”حضرت منشی احمد جان صاحب سے عقیدت کی وجہ سے میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرلی۔ پھر حضرت اقدس کی مجلس کا جو رنگ مجھ پر چڑھا اس کے آگے پھر پہلی رنگت پھیکی نظر آنے لگی“۔

حضرت قاضی صاحبؓ نے ۲۱/فروری ۱۸۹۲ء کو کپورتھلہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا جبکہ حضورؑ سیالکوٹ سے واپسی پر وہاں مقیم ہوئے۔ پھر دسمبر ۱۸۹۲ء میں آپؓ جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان تشریف لائے۔ چنانچہ آپ کا نام شاملین جلسہ کے اسماء مندرجہ ”آئینہ کمالات اسلام“ میں ۸۷ویں نمبر پر درج ہے۔ حضورؑ نے آپ کا نام ۳۱۳/کبار صحابہ مندرجہ کتاب ”انجام آتھم“ میں بھی ۵۰ویں نمبر پر رقم فرمایا ہے۔ اسی طرح حضورؑ نے اپنے ایک اشتہار میں اپنے خاندان اور سلسلہ کے صحیح حالات بیان فرمائے تھے اور بطور نمونہ اپنے ۳۱۲/صحابہ کے نام درج فرمائے تھے جن میں آپؓ کا نام ۲۳۱ویں نمبر پر موجود ہے۔ یہ اسماء ”کتاب البریہ“ میں موجود ہیں۔

آپؓ کے داماد حضرت میاں محمد ظہور الدین صاحبؓ آف ڈولی کہار آگرہ فرماتے ہیں کہ قاضی زین العابدین صاحب مجھے بہت محنت سے پڑھاتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد میں ایسا بیمار ہوا کہ بڑے بڑے حکماء نے جواب دیدیا۔ میرے والدین کے اس وقت کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور میرے خسر قاضی زین العابدین کو بے حد صدمہ تھا کہ ایک روز انہوں نے اپنے برادر حضرت قاضی نظام الدین صاحبؓ (یہ بھی سلسلہ میں داخل تھے) سے کہا کہ حکماء نے تو جواب دیدیا ہے، میرے خیال میں ظہور الدین کا طب روحانی سے علاج کیا جائے ممکن ہے اللہ تعالیٰ شفا بخشے۔ چنانچہ انہوں نے علاج شروع کیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بلا کسی اور دوا کے شفا دیدی۔ جب روبصحت ہوا تو آپؓ نے حضورؑ کی کتاب ”انوار الاسلام“ مجھے لاکر دی جسے پڑھ کر ۱۹۰۵ء میں مَیں نے بھی بیعت کرلی۔ اس سے ڈیڑھ دو سال قبل انہوں نے ایک بار مجھے فرمایا کہ یہاں گردونواح میں طاعون کا زور ہے ہم قادیان جارہے ہیں اگر تم بخوشی اجازت دو تو میں اپنی لڑکی کو بھی اپنے ہمراہ لے جاؤں۔ میں نے کہا کہ آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے آپ چاہیں تو لے جاسکتے ہیں چنانچہ وہ قادیان چلے گئے۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو قبول احمدیت کی وجہ سے بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۹۷ء میں مولویوں کے لوگوں کو بدظن کرنے پر ایسی ہی ایک صورتحال سے آپ کو گزرنا پڑا لیکن آپ نے صبر سے کام لیا۔ آپؓ کے داماد حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ آپؓ کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضورؑ کے وصال کی خبر سن کر آپؓ دیوانوں کی طرح ہوگئے۔ ہماری ایسی حالت کو دیکھ کر بہت سے غیر احمدی ہمارے پیچھے ہنسی مذاق کرتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ جو جس کے دل میں آتا بکواس کرتا تھا۔ بعد میں ہم سب نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیعت کرلی۔

ماہنامہ ”احمدیہ گزٹ“ کینیڈا اگست و ستمبر ۲۰۰۴ء میں ”التجا“ کے عنوان سے مکرم سید سلیم شاہ جہانپوری صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

ہاں اس طرف بھی اے نگہ لطف یار دیکھ
ہم کر رہے ہیں کب سے تیرا انتظار دیکھ
ہوتی نہیں یہ چشم کبھی اشکبار دیکھ
تُو میرا ضبط دیکھ میرا حال زار دیکھ
انصاف تیرے ہاتھ ہے اے ربّ کائنات
دشمن کی سرکشی یہ میرا انکسار دیکھ
مولا مجھے سکون کی دولت نصیب ہو
میری طرح نہیں ہے کوئی بے قرار دیکھ

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday , April 01, 2005 | Issue No. 13

جماعت احمدیہ نائیجیریا کے جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

ملک کے طول وعرض سے کم وبیش 29 ہزار افراد کی شمولیت ۔جلسہ کے موقع پر مختلف تقاریر کے علاوہ تبلیغی سیمینار، بک سٹال ،نمائش ،مربیان و معلمین کی میٹنگز کا انعقاد اور ایک مسجد کا سنگ بنیاد

(رپورٹ : نسیم احمد بٹ۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا)

تبلیغی سیمینار

۲۳ دسمبر 2004ء کو صبح دس بجے تبلیغی سیمینار کا افتتاح تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔اس کے بعد نیشنل تبلیغ سیکرٹری Bro.H.A.Folade.Balogun صاحب نے حاضرین کو خوش آمدید کہنے کے علاوہ رپورٹ پیش کی ۔ اور محترم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں تبلیغ پر خصوصی زور دیا اور لٹریچر تقسیم کرنے کی طرف توجہ دلائی ۔ ہر سرکٹ صدر نے اپنی اپنی رپورٹ میں اپنے اپنے علاقے کے مسائل پیش کئے۔علاوہ ازیں مربیا ن کرام ، معلمین اور داعیان الی اللہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور تبلیغی مساعی کو تیز کرنے کے لئے مفید مشورے دیئے۔ محترم عبدالخالق نیر صاحب مشنری انچارج نے بھی اس موضوع پر خطاب کیا۔

جلسہ سے دو ہفتے قبل نومبائعین داعیان الی اللہ کے ریفریشر کورس کا انعقاد ہوا تھا جس میں ملک کے مختلف حصّوں سے ۳۹ داعیان الی اللہ نے شرکت کی تھی۔ اختتامی دعا سے قبل محترم امیر صاحب نے داعیان الی اللہ میں اسناد تقسیم کیں۔

جلسہ سے پہلے تین بکرے صدقہ کے طور پر ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کیئے گئے ۔ ۲۳ دسمبر کو ہی نماز ظہر وعصر کے بعد محترم امیر صاحب نے جلسہ کی ڈیوٹیوں کا افتتاح فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت وتکریم کی تلقین فرمائی۔

۲۴ دسمبر بروز جمعۃ المبارک

آج جلسہ کا پہلا دن تھا۔نماز تہجد سے دن کا آغاز ہوا ،نماز فجر کے بعد درسِ قرآن کریم ،درسِ حدیث ،درسِ ملفوظات ہوئے ۔خطبہ جمعہ محترم امیر صاحب نائیجیریا نے دیا جس میں تربیتی اور اخلاقی معیار بلند کرنے اور غرباء کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

پہلا اجلاس

جلسہ کا پہلا اجلاس شام سوا چار بجے محترم امیر صاحب نائیجیریا کی زیرصدارت شروع ہوا ۔تلاوت قرآن کریم Hafiz M. Opayemi صاحب نے کی ۔اس کے بعد قصیدہ ایک لوکل مشنری نے پڑھا،اس کے بعد محترم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ ازاں بعد نیشنل جنرل سیکرٹری نے حضور انور ایدہ اللہ کا جلسہ کے موقع پر خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا اور آخر میں محترم عبدالخالق نیرّ صاحب مشنری انچارج نے دعا کر وائی ۔افتتاحی اجلاس میں ایک لیکچر ہوا جس کا موضوع تھا Operation and blessings of wassiyat جو کہ محترم مولوی زیڈ۔ ٹی ۔ایوب صاحب نے کی ۔اس میں نظام وصیت اور اس کی برکات پر روشنی ڈالی ۔تقاریر کا یوروبا اور ہاؤسا زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا۔اس اجلاس کی کارروائی لجنہ جلسہ گاہ میں بھی نشر کی گئی۔

مجلس سوال وجواب

ایک مجلس سوال وجواب رات کھانے کے وقفے کے بعد منعقد کی گئی، جس کے منتظم محترم مولوی محمد احمد صاحب شمس صاحب تھے۔اُن کے ہمراہ مولوی اے.جی .گیوی صاحب اور محترم Dr.Saeed Timehin صاحب نے سوالات کے جوابات انگریزی، ہاؤسا اور یوروبا زبانوں میں دیئے۔ رات گئے تک یہ دلچسپ مجلس جاری رہی۔سب حاضرین نے خوب دلچسپی لی۔

۲۵ دسمبر بروز ہفتہ

دوسرے دن کا آغاز بھی نماز تہجد سے ہوا جس میں حاضرین جلسہ نے بھرپور شمولیت کی ،نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم مولوی عبدالرشید ثانی صاحب نے دیا۔

دوسرا اجلاس

دوسرے دن کے جلسہ کا دوسرا اجلاس محترم عبدالخالق نیرّ صاحب مشنری انچارج کی زیرصدارت ہوا۔ اس اجلاس میں دو لوکل گورنمنٹ کے چیئرمین صاحبان تشریف لائے ۔ایک چیف محترم O Umer. Lapinni. آئے اور ایگریکلچر یونیورسٹی ابےکوٹا کے وائس چیئرمین کے نمائندہ اور محترم عبدالرازق صاحب مسلم یونیبس سوسائٹی کے سیکرٹری تشریف لائے۔اس اجلاس میں تلاوت قرآن کریم مولوی عبدالطیف انوری صاحب نے کی اور قصیدہ محترم توفیق عبدالسلام صاحب نے پڑھا اور ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔ اس کے بعد ”Life and works of Hazrazt Umar bin Khatab “ جو کہ محترم معلم صاحب A.L.Owoade نے تقریر کی ۔اس کے بعد دوسری تقریر Ahmadiyya : The present Day Ark of Noah ہوئی جو کہ محترم Dr, saeed timehim صاحب نے دیا جس میں اسلام واحمدیت کا تعارف کروایا گیا۔

بعض مہمانوں نے بھی اس اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جماعت کی نمایاں خدمات کا اعتراف کیا۔اور لوکل گورنمنٹ کے چیئرمین صاحب نے ایک لاکھ نائرے کا تحفہ بھی جماعت کو دیا ۔مہمانوں نے جماعت کے اداروں ہسپتال اور سکولوں کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مزید سکول کھولنے کی بھی درخواست کی۔

اس اجلاس کے آخر پر محترم عبدالخالق نیّر صاحب مشنری انچارج نے ان تقاریر کے حوالہ سے احباب کو توجہ دلائی، کہ خصوصاً اسلام کی تاریخ یعنی صحابہؓ کا ذکر خیر سُن کر اُن کی زندگی کے مطابق خود بھی عمل کرنے کی کوشش کریں ۔ آخر پر محترم امیر صاحب نے دعا کروائی ۔ بعد میں کھانے اور نماز ظہر اور عصر کا وقفہ ہوا۔

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس Maulvi Z.T. Ayyuba Sahib کی زیرصدارت ہوا ۔تلاوت قرآن کریم کے بعد نظم محترم امتیاز احمد نوید صاحب نے ”ہے دستِ قبلہ نما لا الٰہ اِلّا اللّٰہ بڑے خوبصورت انداز میں پڑھی۔ بعدازاں محترم امیر صاحب نے لجنہ سے خطاب فرمایا۔

۲۶ دسمبر بروز اتوار

نماز تہجد محترم معلم احمد عبداللہ صاحب نے پڑھائی۔اس کے بعد نماز فجر محترم مولوی محمد امین طاہر صاحب نے پڑھائی اس کے بعد درس ہوا جو کہ محترم Alhaji.A.G. Oladipupo صاحب نے دیا۔

چوتھا آخری اجلاس

آخری اجلاس زیرصدارت محترم امیر صاحب نائیجیریا Alhaji Mash -hud -Adenrelle Fashola ہوا۔تلاوت قرآن کریم کے بعد قصیدہ بھی پڑھا گیا اس کے بعد خدام الاحمدیہ نے کراٹے شو پیش کیا ۔آخر پر محترم امیر صاحب نے تقریر کی جس میں احباب جماعت کو نصائح کیں اور احباب جماعت کا شکریہ ادا کیا ۔دعا سے پہلے احمدی چیف Alhaji Samiu Adenrele صاحب کی نماز جنازہ غائب محترم عبدالخالق نیّر صاحب مشنری انچارج نے پڑھائی اور ۱۱:۴۵ بجے محترم امیر صاحب نے دعا کروائی اور روایتی جوش وخروش کے ساتھ اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

نومبائعین

اس جلسہ میں ۴۸۵۳ نومبائعین نے شمولیت کی ۔بعض نومبائعین ۱۶۰۰ کلومیٹر تک کا سفر کر کے پہنچے ۔اور پروگراموں سے لطف اندوز ہوئے۔

بُک سٹال

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بُک سٹال کا بھی اہتمام کیا گیا۔جس میں تراجم قرآن کریم تفسیر صغیر، انگلش ترجمہ، کیلنڈرز اور دوسری مختلف کتب رکھی گئیں۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے کتب خریدیں۔

نمائش

جلسہ کے موقعہ پر خوبصورت نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں مختلف تراجم قرآن کریم ،لٹریچر کے نمونے اور جماعت احمدیہ کی شاندار تاریخ کو تصویری زبان میں پیش کیا گیا خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ نائیجیریا کی تصاویر رکھی گئیں۔

مربیان کرام اور معلمین کرام کی میٹنگ

جلسہ کے دوسرے دن مربیان اور معلمین کرام کی میٹنگ محترم امیر صاحب کے ہمراہ ہوئی جس میں تبلیغ، تربیت اور وصیت کے نظام کو وسیع کرنے کے لئے محترم عبدالخالق صاحب نیرّ مشنری انچارج نے ہدایات دیں اور حلقہ جات کی نئے سرے سے تقسیم کی گئی۔

عطیات برائے جلسہ سالانہ

جلسہ سے قبل احباب جماعت نے خوراک کے عطیات مہمان نوازی کے لئے بھجوائے ۔جس میں نقدی کے علاوہ گائے ،یام وغیرہ بھی بھجوائے۔ نومبائعین نے بھی حصہ لیا۔الحمدللہ۔

جلسہ کے انتظامات میں نمایاں فرق

جلسہ کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے تیس نظامتیں بنائی گئیں ۔جلسہ گاہ میں نظم وضبط، ویڈیو کوریج، ٹریفک کنٹرول ،رجسٹریشن، کارپارکنگ ،سیکورٹی سسٹم، مارکیٹس اور قیام وطعام تمام شعبوں میں بہتری نمایاں رہی ۔جلسہ گاہ کو خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا، گیٹ بنائے گئے۔

نائیجیریا کا جلسہ سالانہ جامعہ احمدیہ کی گراؤنڈ الارو میں ہوا۔ اس سال خصوصی کوشش کر کے ۱۰۰ لیٹرین اور باتھ روم بنائے گئے ،اور لجنہ اماء اللہ کی خصوصی کوشش سے مستقل شیڈ بنائے گئے اور مکرم امیر صاحب نائیجیریا نے جامعہ احمدیہ کیلئے نئی مسجد کی بنیاد رکھی ۔اس کا سارا خرچ لجنہ اماءاللہ نائیجریا ادا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔آمین

اس سال نائجیریا میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپریل ۲۰۰۴ء میں تشریف لائے تھے ۔اس وقت ۳۰ ہزار سے زائد احمدی ملک کے طول وعرض سے اپنے آقا کے دیدار کے لئے جمع ہوئے۔اور اب دوبارہ احباب جماعت جلسہ کے لئے بڑے ذوق وشوق سے آئے ۔اللہ تعالیٰ سب احباب کو جلسہ میں شمولیت کی برکات سے نوازے۔آمین